اسلام دینِ کائنات

تمام انبیاء علیہم السلام کا دین

ڈاکٹر ذاکر نائیک

مترجم: سید خالد جاوید مشہدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللھم صل علی سیدنا محمد النبی
الامی وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم

اسلام دینِ کائنات

(اسلام تمام انبیاء علیہم السلام کا دین)

ڈاکٹر ذاکر نائیک

مترجم: سید خالد جاوید مشہدی

بیکن بُکس
BEACON BOOKS
• غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 042-37320030
• گلگشت کالونی، ملتان فون: 061-6520790-6520791
E-mail:info@beaconbooks.com.pk
Web: www.beaconbooks.com.pk

297.0792	ڈاکر نائیک، ڈاکٹر اسلام دین کائنات/ ڈاکٹر ذاکر نائیک ملتان، لاہور:- بیکن بکس، 2010ء ص 160 1.اسلام - تحقیق۔

اشاعت : 2010ء

عبدالجبار نے

حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹنگ پریس لاہور

سے چھپوا کر بیکن بکس ملتان-لاہور

سے شائع کی۔

قیمت : -/150 روپے

ISBN: 978 - 969 - 534 - 142 - 1

فہرست

مضامین — صفحہ نمبر

صدارتی کلمات

اس انتہائی باوقار اجتماع میں اظہار خیال کا موقع دیے جانے پر منتظمین کا شکر گزار ہوں۔ بھارت کے آئین کے مطابق ہم اپنے قول و فعل میں سیکولر ہیں۔ سیکولر کا لفظ ہمارے آئین میں 3 جنوری 1997ء کو 42 ویں ترمیم کے ذریعے شامل کیا گیا۔ ہمارے سیکولرازم کی اساس تمام عقائد اور مذاہب کے لیے مساوی احترام پر ہے اور اس میں یہ ضمانت بھی فراہم کی گئی ہے کہ کسی بھی بھارتی شہری سے مذہب کی بنیاد پر کوئی امتیاز نہیں برتا جائے گا۔ آئین کے آرٹیکل 30 میں اقلیتوں کے مذہبی حقوق اور آرٹیکل 25 میں کوئی بھی عقیدہ رکھنے اور اس کی اشاعت کا بھی حق دیا گیا ہے۔ اس طرح بھارتی آئین میں مذہبی مساوات، یکجہتی اور مذہبی عقائد پر عمل کے لیے پرامن ماحول فراہم کرنے کا حق تسلیم کیا گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس قسم کے اجتماعات سے ملک کے عظیم تر مفاد میں مختلف مذاہب کے لوگوں میں باہمی احترام کے فروغ میں بڑی مدد ملے گی۔

عزت مآب مسٹر جسٹس لکشمن

مدراس ہائی کورٹ

1

اسلام۔ دینِ کائنات

ڈاکٹر ذاکر نائیک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آج کا موضوع ہے "اسلام دین کائنات یعنی ازل سے ابد تک تمام انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا منتخب کردہ دین ہے۔ اسلام کا مادہ سلم ہے جس کا مطلب ہے امن۔ اسلام سے مراد یہ بھی ہے کہ اللہ کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا اور جو مرد یا عورت اپنی خواہش اور مرضی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع کر لیتے ہیں، مسلمان کہلاتے ہیں۔ بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اسلام کوئی نیا دین ہے جس کے بانی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے بلکہ اسلام اسی روز اول سے موجود ہے جب انسان نے خطہ زمین پر پہلا قدم رکھا تھا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بانی نہیں ہیں۔

قرآن مجید کی سورۃ فاطر میں ارشاد ہے:

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۝

"اور کوئی اُمت ایسی نہیں گزری جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو"

(35:24)

اسی طرح سورۃ رعد میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝

"اور ہر قوم کے لیے ایک رہنما ہے۔" (7:13)

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کے لیے راہنما بھیجا ہے چنانچہ خود قرآن کریم میں پچیس انبیاء کے اسمائے گرامی کا تذکرہ ہے۔ مثلاً آدم' نوح' موسیٰ' ابراہیم' اسحاق' اسماعیل' داؤد' سلیمان' عیسیٰ علیہم السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

مگر احادیث کے مطابق ایک لاکھ 24 ہزار پیغمبر مبعوث کیے گئے۔ نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل آنے والے پیغمبروں کا دور اپنی قوم تک محدود تھا اور ان کی تعلیمات بھی ایک قوم اور وقت کے لیے مخصوص تھیں لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور تعلیمات قیامت تک کے انسانوں کے لیے ہیں۔

سورۃ احزاب میں ارشاد ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمًا

"لوگو! محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔" (40:33)

اس آیت میں خاتم النبیین کہہ کر اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور ان کے بعد اب کوئی رسول نہیں آئے گا۔ سورہ انبیاء میں اسی حوالے سے بیان ہے:

وَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَٰلَمِينَ

"اے محمد! ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔" (107:21)

سورۃ سبا میں فرمان خداوندی ہے:

وَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

"اور (اے نبیؐ) ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں کے لیے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔" (28:34)

مندرجہ بالا آیات گواہی دے رہی ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف اہل عرب نہیں بلکہ تمام اقوام عالم کے لیے بشیر ونذیر اور رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری انسانیت کے لیے خوشخبری دینے والے ڈرانے والے اور باعث رحمت ہیں۔

محمڈن ازم اسلام کا مترادف نہیں:

بعض لوگ اسلام کے لیے محمڈن ازم کا لفظ بھی استعمال کرتے ہیں اور اسے اسلام کا مترادف خیال کرتے ہوئے مسلمانوں کو محمڈن کہہ کر بھی پکارتے ہیں حالانکہ اسلام اور محمڈن ازم ہم معنی الفاظ نہیں ہیں کیونکہ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اسلام کے بانی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں بلکہ اسلام پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام کا دین بھی تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر تھے۔

محمڈن سے مراد تو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ شخص جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پوجا کرتا ہو (نعوذ باللہ) جب کہ ایک بھی ایسا مسلمان نہیں جو ایسی حرکت کرے۔ اس لیے محمڈن کی اصطلاح غلط ہے۔ اس دین کے لیے صحیح لفظ اسلام ہے اور اسلام کے پیروکار مسلمان کہلاتے ہیں۔ مسلمان سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ کی رضا کے تابع کر لیا ہو اور وہ معبود حقیقی صرف خدائے واحد کو سمجھتے ہیں۔

اقوامِ عالم کے لیے قرآن مجید سرچشمہ ہدایت:

یوں تو بنی نوع انسان کی رہنمائی اور ہدایت کے لیے بے شمار کتابیں اور صحائف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیے گئے تاہم قرآن مجید میں چار کا ذکر آیا ہے۔ یعنی تورات، زبور، انجیل اور قرآن۔ ان میں سے تورات حضرت موسیٰ، زبور حضرت داؤد، انجیل حضرت عیسیٰ علیہم السلام پر اور قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ ان میں سے تین اول الذکر مخصوص اقوام اور ادوار کے لیے تھیں لیکن قرآن مجید تمام دنیا کے انسانوں کے لیے سرچشمہ ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

"یہ ایک پیغام ہے سب انسانوں کے لیے اور یہ بھیجا گیا ہے اس لیے کہ ان کو اس کے ذریعہ سے خبردار کر دیا جائے اور وہ جان لیں کہ حقیقت میں خدا بس ایک ہی ہے اور جو عقل رکھتے ہوں وہ ہوش میں آ جائیں۔" (52:14)

یہی بات سورۃ بقرہ کی آیت 185 میں کہی گئی۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ
الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ

"رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔" (185:2)

سورۃ الزمر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّآ أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ
فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۖ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ
وَمَآ أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾

"(اے نبی!) ہم نے سب انسانوں کے لیے یہ کتاب برحق تم پر نازل کر دی ہے اب جو سیدھا راستہ اختیار کرے گا تو اپنے ہی فائدے کے لیے اور جو بھٹکے گا اس کے بھٹکنے کا وبال اسی پر ہوگا۔ تم ان کے ذمہ دار نہیں ہو۔" (41:39)

اس میں یہ کہا گیا کہ یہ کتاب تمام انسانوں کے لیے نازل کی گئی' یہ نہیں کہا گیا کہ صرف عربوں یا مسلمانوں کے لیے اتاری گئی۔ اس واضح فیصلہ کے باوجود بعض لوگ قرآن پاک کو خدائی کلام ماننے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ قرآن مجید کی سورۃ نساء میں ارشاد ہے:

أَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ وَلَوْ كَانَ
مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾

"کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور طرف سے ہوتا تو اس میں بہت کچھ اختلاف بیانی پائی جاتی" (82:4)

(یہ ایک تفصیلی بحث ہے اور اس بارے میں ڈاکٹر صاحب کی مستقل کتاب "قرآن کریم فرمانِ خداوندی؟" بیکن بکس ملتان نے اہتمام سے شائع کی ہے۔ مترجم)

منکرِ خدا بھی مبارک باد کا مستحق ہے:

عام طور پر اگر کوئی منکر خدا میرے پاس آ کر اظہار کرتا ہے کہ وہ خدا پر ایمان نہیں رکھتا تو میں اس سے ناراض ہونے کے بجائے اسے مبارک باد دیتا ہوں کہ اس کی اپنی ایک سوچ ہے۔ عام طور پر ہم مسلمان، عیسائی، یہودی اور ہندو محض اس لیے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ اور گھر والوں کو اسی مذہب پر عمل پیرا پایا، یہ اندھی تقلید ہے کہ خود سوچنے سمجھنے کی بجائے اپنے باپ کے دین کو قبول کر لیا لیکن منکر خدا کی اپنی ایک آزاد سوچ ہے۔ وہ ہمارے کلمہ کے پہلے حصے پر تو یقین رکھتا ہے کہ لا الٰہ یعنی کوئی معبود یا خدا نہیں ہے۔ اب یہ میرا کام ہے کہ میں اسے کلمہ کے دوسرے حصے یعنی الا اللہ کو ماننے پر قائل کروں۔ مکمل کلمہ اس طرح ہے۔ **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ** یعنی "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔" اب یہ میری (یعنی علماء کی) ذمہ داری ہے کہ منکرین خدا کو مکمل کلمہ ماننے پر قائل کریں۔ میں یہ کام کرتا ہوں اور انشاءاللہ کرتا رہوں گا۔

منکرِ خدا سے مکالمہ:

اگر کسی منکر خدا کے سامنے ایک ایسی مشین پیش کی جائے جسے اس سے قبل کسی انسان نے یا بہت کم انسانوں نے دیکھا ہو یعنی کوئی عجوبہ مشین اور اس سے پوچھا جائے کہ اس مشین کے کام کرنے کے عمل یعنی میکینزم کو سب سے پہلے کس نے سمجھا ہو گا تو اس یا کسی بھی منکر خدا کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ اسے سب سے پہلے اسی نے سمجھا ہو گا جس نے اسے بنایا یا تخلیق کیا۔ اسی طرح اگر آپ کی ملاقات کسی ایسے منکر خدا سے ہو جائے جو سائنس کو ہی حرف آخر سمجھتا ہے تو آپ اس سے پوچھیں کہ کیا اسے معلوم ہے کہ یہ کائنات کس طرح وجود میں آئی۔ وہ یقیناً آپ کو بتائے گا کہ بگ بینگ تھیوری کے مطابق ہماری یہ کائنات ابتداء میں غیر معین شکل کے بہت بڑے تودے کی شکل میں تھی اور بعد ازاں ایک عظیم دھماکے کے نتیجے میں کہکشائیں اور پھر مزید تقسیم اور پھیلاؤ کے بعد ستارے، سیارے، سورج، چاند اور ہماری یہ زمین وجود میں آئے۔ اب آپ اسے بتائیں کہ بگ بینگ تھیوری آج سے 14 سو سال قبل قرآن مجید میں موجود تھی۔ سورۃ الانبیاء میں ارشاد ہوتا ہے:

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ

''کیا وہ لوگ جنہوں نے (نبی کی بات ماننے سے) انکار کر دیا ہے غور نہیں کرتے کہ یہ سب آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے پھر ہم نے انہیں جدا کیا'' (30:21)

اگر اس منکر خدا سے پوچھا جائے کہ سائنس نے جو حقیقت آج منکشف کی ہے وہ اتنی صحت کے ساتھ 14 سو سال قبل اس کتاب میں لکھ دی تو وہ یقیناً کہے گا کہ یہ محض ایک قیاس ہے۔ چلو اس کی اس دلیل پر بحث کیے بغیر ہم ایک دوسرے معاملے کو زیر بحث لاتے ہیں۔

قرآنِ کریم میں سائنسی حقائق کا تذکرہ اور منکرِ خدا کی توجیہات:

سائنس آج ہمیں یہ بتا رہی ہے کہ کہکشاؤں کے وجود میں آنے سے قبل کائنات کا تمام مادہ گیس کی شکل میں تھا جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ حم السجدہ میں ارشاد فرمایا ہے:

ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۝

''پھر وہ (اللہ) آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت محض دھواں تھا۔ اس نے آسمان اور زمین سے کہا ''وجود میں آ جاؤ خواہ تم چاہو یا نہ چاہو'' دونوں نے کہا ''ہم آ گئے فرمانبرداروں کی طرح'' (11:41)

یعنی قرآن کے مطابق کائنات اس وقت دخان (دھواں) کی شکل میں تھی اور آج سائنس یہ تسلیم کر رہی ہے کہ کائنات کی جو اس وقت شکل تھی اس کے لیے دھوئیں کا لفظ موزوں ترین ہے۔ اس بارے میں اگر آپ اس منکر خدا سے استفسار کریں کہ اتنی صدیاں قبل کس نے یہ موزوں ترین لفظ قرآن مجید میں درج کر دیا تو وہ کندھے اچکا کر کہے گا کہ یہ بھی قیاس ہو سکتا ہے۔ آپ اس بات کو بھی نظر انداز کر کے آگے چلیں اور زمین کے معاملے کو لے لیں۔

ایک وقت تھا کہ لوگ سمجھتے تھے کہ زمین چپٹی ہے اور بہت طویل سفر کرنے سے بھی گریز کرتے تھے کہ کہیں ''نیچے'' لڑھک ہی نہ جائیں۔ آپ اپنے ساتھ مصروف گفتگو دہریے سے

پوچھیں کہ زمین کی شکل کیسی ہے تو وہ جواب دے گا کہ زمین کی شکل کروی (Spherical) ہے۔ اس سوال پر کہ اسے کب اس حقیقت کا علم ہوا تو اس کا جواب ہوگا کہ 50 سال پہلے۔ سائنس میں پچاس سو سال کا مطلب یہی ہے کہ گویا کل اور اگر اس منکر خدا نے سائنس کا سیر حاصل مطالعہ کیا ہے تو وہ یہ بھی بتا سکتا ہے کہ فرانسس ڈریک وہ پہلا شخص تھا جس نے 1597ء میں پہلی بار بحری جہاز سے دنیا کے گرد چکر لگایا اور ثابت کیا کہ زمین گول ہے جبکہ قرآن مجید کی سورۃ لقمان اور سورۃ الزمر میں اس سائنسی حقیقت کو اس طرح بیان کیا گیا:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ

''کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ رات کو دن میں پروتا (داخل کرتا) ہوا لے آیا ہے اور دن کو رات میں'' (29:31)

يُكَوِّرُ اللَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى اللَّيْلِ

''وہی دن رات اور رات دن کو لپیٹتا ہے۔'' (5:39)

کسی چیز کو پروتے ہوئے لانا یا لپیٹنا گول چیز پر ہی ممکن ہے کیونکہ اس عمل کو بتدریج کیا جاسکتا ہے اور دن رات میں جو تبدیلی ہوتی ہے وہ بھی بتدریج ہوتی ہے اگر زمین چپٹی ہوتی تو دن رات میں تبدیلی اچانک ہوتی۔ اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ قرآن نے زمین کی ہیئت کے بارے میں 14 سو سال قبل ہی بتا دیا تھا۔ اسی بارے میں سورۃ النزعت میں فرمان خداوندی ہے:

وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا

''اس کے بعد زمین کو اس نے بچھایا'' (30:79)

اس میں جو عربی لفظ دحھا آیا ہے اس کا مطلب پھیلانا اور بچھانا بھی ہے اور اس کا مطلب انڈے کی شکل جیسا بھی ہے کہ ''ہم نے اسے انڈے جیسی شکل میں بنایا'' کیونکہ اس کا مادہ دوحیہ ہے جو شتر مرغ کے انڈے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور یہ شکل زمین کی کروی شکل پر مکمل طور پر پورا اترتی ہے کیونکہ زمین بالکل گول نہیں بلکہ بیضوی ہے۔ یہ قطبین پر قدرے پچکی ہوئی اور درمیان میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہ بیان کرنے کے بعد اس منکر خدا سے اگر پوچھا جائے کہ یہ سائنسی

حقیقت کس نے 14 سو سال قبل منکشف کی ہوگی جو تین چار سو سال قبل اہل علم پر ظاہر ہوئی تو ہوسکتا ہے کہ اس کا جواب یہ ہو کہ جناب آپ کے پیغمبر انتہائی ذہین انسان تھے۔ ہوسکتا ہے انہوں نے کسی سے لکھوایا ہو۔ چلئے اس پر بھی آپ حجت نہ کریں اور اس کے ساتھ ایک اور مسئلہ اٹھائیں۔

کچھ عرصہ پہلے تک یہی گمان کیا جاتا تھا کہ چاند بذات خود ایک روشن جسم ہے اور چاندنی اس کی اپنی روشنی ہے مگر کچھ ہی عرصہ قبل سائنس نے یہ انکشاف کیا کہ چاند کی اپنی کوئی روشنی نہیں بلکہ یہ سورج کی منعطف شدہ روشنی سے زمین کو روشن کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سورۃ فرقان میں ارشاد ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا

''بڑا متبرک ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور ایک چمکتا چاند (منور ماہتاب) روشن کیا'' (61:25)

عربی میں سورج کے لیے ''سراج'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے مراد ایک ایسا جسم جو خود روشنی دیتا ہے۔ کئی دوسرے مقامات پر سورج کے لیے ''وھاج'' اور ''شمس'' کا لفظ بھی آیا ہے۔ یہ تمام ہم معنی الفاظ ہیں یعنی جلتا ہوا چراغ یا دیا۔ چاند کے لیے عربی لفظ ''قمر'' استعمال کیا گیا اور اس کے ساتھ ''منیر'' کا اضافہ کیا گیا یعنی ایک ایسی چیز جو ''نور'' یعنی منعکس شدہ دے رہی ہے۔ یہ حقیقت جو سائنس نے آج ہمیں بتائی ہے قرآن پاک میں 14 سو سال قبل اس فرق کی وضاحت موجود ہے۔

میرے سکول کے زمانے کی بات ہے کہ ہمیں پڑھایا جاتا تھا کہ سورج ساکن ہے یعنی حرکت پذیر نہیں حالانکہ قرآن پاک کی سورۃ الانبیاء میں یہ آیت موجود تھی۔

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ

''اور وہ اللہ ہی ہے جس نے رات اور دن بنائے اور سورج اور چاند کو پیدا کیا' سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔'' (33:21)

یعنی سورج اور چاند ایک متعین مدار میں سفر کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے محور کے گرد بھی گردش کر رہے ہیں اور یہ آیت 14 سو سال قبل سے قرآن مجید میں موجود ہے۔ آخر اتنا بڑا راز کون کھول سکتا تھا۔ استفسار پر وہ منکر خدا کندھے اچکا کر کہہ دے گا کہ یہ محض اتفاق سے بھی درست ہوسکتا ہے۔ یعنی ''اندھیرے میں چلایا گیا تیر جو اتفاق سے ہدف پر جا لگے''۔

قرآن قدرتی آبی چکر Water cycle کو بھی بے نقاب کرتا ہے جبکہ پہلی بار سر برنارڈ پیلیسی نے 1580ء میں قدرتی مربوط آبی چکر کا انکشاف کیا۔ قرآن مجید کی متعدد سورتوں میں اس آبی چکر کا تذکرہ ہوا ہے۔ سورۃ الزمر (21:39) سورۃ الروم (24:30) سورۃ المومنون (18:23) سورۃ الحجر (22:15) میں ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس اہم سائنسی حقیقت کا ذکر کیا ہے کہ کس طرح بارش برستی ہے پھر یہ پانی کیسے سورج کی گرمی سے بھاپ بن کر اڑتا ہے اور پھر اوپر بالائی سطح پر جا کر کیسے بادلوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے جو کس طرح ایک علاقے سے دور کی طرف سفر کرتے اور بارشیں برساتے ہیں اور اس طرح یہ آبی چکر مکمل ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اس کا تذکرہ سائنسی دریافت سے کم وبیش ایک ہزار سال قبل موجود تھا اور پھر ہمیں یہ کہاں علم تھا کہ نمکین اور میٹھا پانی بھی ہوتا ہے۔ یہ قرآن مجید ہی ہے جس نے پہلی بار یہ حقیقت ظاہر کی۔ سورۃ الفرقان میں ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا

''اور وہی (اللہ ہی) ہے جس نے دونوں سمندروں کو ملا رکھا ہے۔ ایک لذیذ و شیریں اور دوسرا تلخ و شور اور ان دونوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہے ایک رکاوٹ ہے جو انہیں گڈمڈ ہونے سے روکے ہوئے ہے'' (53:25)

یہی بات سورۃ الرحمٰن میں بھی کہی گئی ہے:

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ ۝

''دو سمندروں کو اس نے چھوڑ دیا کہ باہم مل جائیں پھر بھی ان کے درمیان ایک پردہ حائل ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے'' (55:19-20)

اور سائنس نے دور حاضر میں یہ دریافت کیا کہ ایک ہی سمندر میں ایک مقام پر میٹھا اور نمکین پانی موجود ہے مگر وہ آپس میں گڈمڈ ہوئے بغیر بہہ رہا ہے اور ان دونوں پانیوں کے درمیان حائل غیر مرئی پردے کی موجودگی کا انکشاف قرآن مجید نے 14 سو سال قبل کر دیا تھا۔ اس پر بھی وہ منکر خدا لاجواب ہونے پر تیار نہیں اور کہہ دیتا ہے کہ یہ بھی اتفاق سے ممکن ہے۔

قرآن جدید سائنس کی شاخ حیاتیات (Botany) کے بارے میں بھی متعدد ایسے حقائق بے نقاب کرتا ہے جن کے بارے میں سائنسی تحقیق اس کے سینکڑوں سال بعد ہوئی۔ سورۃ الانبیاء میں ارشاد ہے:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ

"اور ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے پیدا کیا" (30:21)

آپ اندازہ کیجئے کہ صحرائے عرب میں جہاں پانی انتہائی نایاب شے کی حیثیت رکھتا ہے وہاں نازل ہونے والے قرآن میں جب یہ بات کہی جائے کہ ہر جاندار چیز کو اللہ تعالیٰ نے پانی سے پیدا کیا تو عام آدمی کا ذہن اسے تسلیم کرنے سے ہچکچاتا ہے۔ اس وقت جب کہ تعلیم عام نہیں تھی اور سائنس کا تو تصور ہی نہیں تھا' کس کے ذہن میں یہ خیال آ سکتا تھا کہ ہر جاندار چیز پانی سے بنی ہے مگر آج کے انسان کا ذہن فوراً اس کو تسلیم کر لیتا ہے کیونکہ سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ ہر چیز سالموں (Cell) سے مل کر بنی ہے اور ہر سالمے کا جزو اعظم سائٹو پلازم 80 فیصد پانی پر مشتمل ہے۔ گویا ہر جاندار چیز میں 50 سے 95 فیصد پانی ہوتا ہے۔

پھر پودوں کو دیکھئے کہ قرآن مجید میں یہ انکشاف موجود ہے کہ پودوں میں بھی نر اور مادہ پر مشتمل جوڑے ہوتے ہیں جبکہ سائنس نے یہ بات سینکڑوں سال بعد بتائی۔

قرآن میں پرندوں کے طرز حیات کی تفصیلات بھی دی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ چیونٹیوں' مکڑی اور شہد کی مکھی کا ذکر بھی آیا ہے جن کے طرز زندگی کے بارے میں طویل سائنسی تحقیقات کے بعد معلوم ہو سکا۔ شہد کی خصوصیات آج ہمارے علم میں آئی ہیں جبکہ اس کے طبی خواص کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے۔ علم جنینیات (Embryology) کا ذکر بڑی تفصیل کے ساتھ قرآن مجید میں کیا گیا۔ بطن مادر میں انسانی جنین (بچے) کی نشوونما کا ذکر کس قدر تفصیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب میں موجود ہے جبکہ سائنس نے ہمیں ماضی قریب میں اس

کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔

قرآن مجید میں علم التوالد (Genetics) کا ذکر بھی ہے۔ ان سب کے بارے میں منکر خدا سے پوچھئے کہ آخر جب سائنس کا تصور تک نہ تھا تو یہ باتیں کس کے علم میں ہو سکتی تھیں؟ یقیناً وہ نہیں کہہ سکتا کہ حقائق کا اتنا طویل سلسلہ محض اتفاقات یا قیاسات کا نتیجہ تھا۔ آپ اسے امکانات کے نظریہ کا حوالہ بھی دے سکتے ہیں اور یہ بھی کہ کسی بھی نوساختہ چیز کی مشینری اور طریق کار کو سب سے پہلے سمجھنے والا کون ہو سکتا ہے؟ ان نظریات کو میں نے تفصیل سے اپنی کتاب ''قرآن کریم' فرمان خداوندی؟'' میں بیان کیا ہے۔ (شائع کردہ بیکن بکس ملتان) اسی بنیاد پر منکر خدا سے پوچھا جا سکتا ہے کہ اس کائنات کے اسرار و رموز کو سمجھنے والی ذات کون ہے۔ یقیناً جواب یہ ہوگا کہ اس کا خالق آپ اسے بتائیے کہ اس ذات کے کئی نام ہیں لیکن ہے وہ واقعی خالق کائنات۔ اسی طرح یہ ثابت کرنے کے لیے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ کے وجود کو سائنسی طور پر کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ میری کتابوں اور ویڈیو کیسٹس سے مدد لی جا سکتی ہے۔ (''قرآن اور جدید سائنس'' کے عنوان سے یہ کتاب بھی بیکن بکس ملتان نے شائع کی ہے)

2

اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر اٹھائی گئی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (بحوالہ بخاری باب اول، حدیث 2) ”اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر ہے:

(1) توحید:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدُ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ قرآن مجید کی سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ
الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ

”نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور آخرت اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے۔“ (177:2)

اللہ تعالیٰ کی جامع صفات سورۃ اخلاص میں یوں بیان کی گئی ہیں:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

”کہو! وہ اللہ ہے یکتا، اللہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔“ (112)

ان چار سطروں میں اللہ کی جو تعریف بیان کی گئی ہے وہ کسوٹی ہے جس پر ہم مسلمان ایمان لاتے ہیں اور جو شخص یا ذات خدا ہونے کا دعویٰ کرے اسے انہی چار سطروں کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے اور جو ذات اس پر پورا اترے اسے خدا ماننے میں مسلمانوں کو کوئی اعتراض نہیں۔ قرآن مجید کی سورۃ الاسراء میں ارشاد خداوندی ہے:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ

''اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے کہو! اللہ کہہ کر پکارو یا رحمان کہہ کر جس نام سے بھی پکارو اس کے لیے سب اچھے ہی نام ہیں۔'' (110:17)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو چاہے کسی نام سے بھی پکارو ٹھیک ہے مگر نام خوبصورت ہونا چاہیے۔ (اللہ کے سب نام ہی خوبصورت ہیں۔ مترجم) یہ نام ایسا نہیں ہونا چاہیے جس سے اللہ کی کوئی تجسیم یا تصور ذہن میں بن جائے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی ننانوے صفات بیان کی گئی ہیں، کہیں الرحیم کہہ کر پکارا گیا تو کہیں الرحمٰن۔ الجبار، القہار، القدوس اللہ کے ہی نام ہیں۔ وہ رحمان اور رحیم ہے تاہم ان میں سب سے افضل نام اللہ ہے۔

یہ سوال کیا جاتا ہے کہ مسلمان خدا کو اللہ کہنا کیوں پسند کرتے ہیں اور انگریزی میں بھی God کی بجائے ان کی ترجیح ''اللہ'' ہی ہوتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انگریزی لفظ (God) کے ساتھ چھیڑ چھاڑ ممکن ہے یعنی اس کے آگے پیچھے لفظ لگا کر نیا لفظ بنالیا جاتا ہے مگر اللہ ایک ایسا لفظ ہے جس میں اس قدر یکتائی ہے کہ اس سے دوسرا لفظ بنانا ممکن ہی نہیں۔ اس میں انگریزی میں God کے ساتھ S لگا کر آسانی سے Gods کرلیا جاتا ہے لیکن اللہ کی جمع بنانی ممکن نہیں۔ اگر ہم کہیں (نعوذ باللہ) الاؤں (اللہ کی جمع) تو یہ کیسے ممکن ہے۔ سورۃ اخلاص میں فرمایا گیا ''کہو وہ اللہ ہے یکتا'' یعنی ایک کے سوا کسی اور خدا کی کوئی گنجائش ہی نہیں لیکن God کے ساتھ ess لگا دیا جائے تو Godess بن جائے گا۔ یعنی دیوی (مؤنث خدا نعوذ باللہ) لیکن اللہ کے لفظ کے ساتھ ایسی خرافات کرنا ممکن نہیں۔ اسی طرح انگریزی کے Godfather یا Godmother کا کوئی مترادف اللہ کے ساتھ نہیں بنایا جاسکتا۔

اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی کا تذکرہ سورۃ الاعراف (180:7) اور سورۃ الحشر (24:59) میں بھی کیا گیا ہے اور ان تمام آیات کا مفہوم یہی ہے کہ اللہ کو جس نام سے چاہے پکارو اس کے سب نام اچھے ہیں۔ اسی طرح سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ
اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ

''اور (اے ایمان والو!) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں گالیاں نہ دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بناء پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں'' (108:6)

(2) نماز:

اسلام کا دوسرا رکن نماز ہے۔ انگریزی میں اس کا ترجمہ Prayer کیا جاتا ہے۔ Prayer کا معنی ہے مدد کی استدعا کرنا یا دعا کرنا۔ جیسے عدالتوں سے انصاف کی استدعا کی جاتی ہے اور Prayer کا لفظ نماز کی مکمل ہیئت کو صحیح معنوں میں بیان نہیں کرتا کیونکہ ہم نماز کے دوران اللہ سے مدد چاہنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف بھی بیان کرتے ہیں، نماز ہمارے لیے راہ ہدایت بھی ہے۔ میرے نزدیک انگریزی میں نماز کے لیے زیادہ موزوں لفظ (programming) ہے۔ نماز میں ہماری پروگرامنگ کی جاتی ہے کہ کون سا راستہ غلط ہے اور کون سا صحیح اور یہ کہ اچھے کام کرو اور برے کاموں سے بچو، چوری نہ کرو، کسی کو دھوکہ مت دو اور اپنے ہمسایہ کے حقوق ادا کرو وغیرہ لیکن اگر کوئی مجھ سے سوال کرے کہ آپ کہاں جا رہے ہیں (اور میں نماز پڑھنے جا رہا ہوں گا) تو یہ کہنا عجیب لگے گا کہ میں پروگرامنگ کروانے یا برین واشنگ کے لیے جا رہا ہوں اس لیے لفظ Prayer کو قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

مسلمانوں کے لیے دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء۔ جیسے ڈاکٹر ہمیں بتاتے ہیں کہ ایک صحت مند شخص کو دن میں تین بار کھانا چاہیے، اسی طرح روح کی غذا کے لیے دن میں کم از کم پانچ مرتبہ نماز کے لیے اللہ کے حضور سربسجود ہونا فرض ہے۔

جب ہم نماز کے لیے مسجد میں داخل ہوتے ہیں تو اپنے جوتے اُتار دیتے ہیں اور یہ حکم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا جس کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ طٰہٰ میں آیا ہے:

فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ يَا مُوسَىٰ ۝ إِنِّي أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۖ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝

''وہ (کوہ طور پر) پہنچا تو پکارا گیا'' اے موسیٰ!'' میں ہی تیرا رب ہوں' جوتیاں اتار دے تو وادی مقدس طویٰ میں ہے'' (12,11:20)

ہم مساجد میں اللہ کے سامنے زمین پر ماتھا ٹیک کر سجدہ کرتے ہیں' اگر جوتے باہر نہیں اتاریں گے تو مٹی اور گرد اندر مسجد کو آلودہ کر دے گی جس سے بیماریاں پھیلیں گی۔ اس کے علاوہ نماز سے قبل وضو واجب ہے۔ قرآن پاک کی سورۃ مائدہ میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جب تم نماز کے لیے اُٹھو تو چاہیے کہ اپنے منہ اور ہاتھ تو کہنیوں تک دھولو' سروں پر ہاتھ پھیر لو اور پاؤں ٹخنوں تک دھولیا کرو'' (6:5)

وضو جہاں ذاتی صحت وصفائی کا ضامن ہے وہاں اللہ کے حضور حاضری کے لیے ذہنی تیاری کا حصہ بھی ہے کیونکہ مالک کائنات کے سامنے حاضری معمولی بات نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہو'' (صحیحین بخاری' کتاب الصلوۃ باب اذان حدیث 75) ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا: ''جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوتا کہ تمہارے درمیان شیطان نہ آ (کر کھڑا ہو) جائے''۔

اسلام کا یہی اعجاز ہے کہ اس نے گورے اور کالے' آقا اور غلام' امریکی اور چینی' ہندوستانی اور پاکستانی سب کو کندھے سے کندھا ملا کر کھڑا کر دیا ہے' نماز کا سب سے بہترین حصہ سجدہ ہے۔ عربی لفظ سجود قرآن مجید میں 92 مختلف مقامات پر آیا ہے جس سے مراد سجدہ ہے۔ ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ انسانی جسم تو ہمارے کنٹرول میں رہتا ہے کہ اس کی حرکات وسکنات انسانی مرضی کے تابع ہوتی ہیں لیکن دماغ انسان کے کنٹرول میں نہیں ہوتا بلکہ خیالات بھٹکتے رہتے

ہیں۔ چنانچہ اسے درجہ اطاعت میں رکھنے کے لیے جسم کے دماغ والے حصے یعنی سر کو اللہ کے حضور زمین پر رکھ کر سجدہ کیا جاتا ہے اور اس دوران ہم کہتے ہیں: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی یعنی ''پاک ہے میرا رب جو سب سے زیادہ عظمتوں کا مالک ہے''۔

نماز کے جسمانی فوائد:

نماز کے مختلف فوائد بھی ہیں۔

سجدہ کے فوائد:

عام طور پر ہم جب بیٹھتے یا چلتے پھرتے ہیں تو معمول کے مطابق جسم کے دوسرے حصوں کی طرح دماغ کو بھی خون کی فراہمی جاری رہتی ہے لیکن صحت مند دماغ کے لیے یہ کافی نہیں۔ جب ہم سجدہ کرتے ہیں تو کشش ثقل کے باعث خون کے بہاؤ کا رخ دماغ کی طرف ہو جاتا ہے جس سے دماغ کو خون کی فراہمی میں اضافہ ہونے کے باعث فائدہ پہنچتا ہے۔ اس کے علاوہ چہرے کی جلد بھی صحت مند ہوتی ہے اور Chill Bane سے بچاؤ ہو جاتا ہے۔ سجود کے باعث ناک اور پھیپھڑوں سے مختلف قسم کی رطوبتیں خارج ہوتی ہیں جس سے پھیپھڑوں میں مزید گنجائش پیدا ہوتی ہے اور زیادہ آکسیجن جذب ہوتی ہے۔ عام طور پر سانس لیتے وقت پھیپھڑوں کا دو تہائی حصہ استعمال ہوتا ہے جبکہ باقی ایک تہائی ہوا باہر خارج ہو جاتی ہے لیکن پھیپھڑوں میں گنجائش بڑھ جانے کے باعث جب زیادہ تازہ آکسیجن پھیپھڑوں میں داخل ہوتی ہے تو پھیپھڑوں کے امراض میں مبتلا ہونے کے خطرات کم ہونے لگتے ہیں۔ ایسے افراد کو کھانسی لگنے کا خدشہ بھی کم ہوتا ہے۔

نماز میں قیام کے فوائد:

نماز کا ہر رکن جسم کے لیے ان گنت فوائد کا موجب ہے۔ قیام، رکوع اور سجود ایک نوعیت کی ورزش بھی ہے۔ جب ہم کھڑے ہوتے ہیں پھر بیٹھتے ہیں اور پھر کھڑے ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس میں ہمارے لیے صحت اور تندرستی کے انمول خزانے رکھ دیئے ہیں اس میں جسم کے زیریں حصے کے اعصاب اور بافتیں مضبوط ہوتی ہیں۔ ان حصوں کو خون کی فراہمی زیادہ ہوتی ہے۔ رکوع کے عمل سے خاص طور پر ریڑھ کی ہڈی مضبوط ہوتی ہے اور مہروں کے امراض میں مبتلا ہونے کے

خطرات کم ہو جاتے ہیں۔ یقین کیجئے نماز کے صرف طبی فوائد بے شمار ہیں مگر ہم مسلمانوں کے نزدیک ایک نماز ورزش نہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اور اس کے حکم کی تعمیل میں ادا کی جاتی ہے۔ طبی فوائد اضافی انعام ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے اصل انعام کے علاوہ ملتا ہے۔

(3) صوم (روزہ)...... مسلمان کی سالانہ اوور ہالنگ:

رمضان کے روزے رکھنا اسلام کا پانچواں رکن ہے۔ روزہ یہ ہے کہ ہر بالغ مسلمان مرد اور عورت ماہ رمضان کے دوران طلوع فجر سے قبل سے غروب آفتاب تک کھانے پینے سے باز رہے۔ قرآن مجید کی سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ
الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم پر روزے فرض کر دیئے گئے جس طرح تم سے پہلے انبیاء (کی قوموں) پر فرض کیے گئے' اس سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوگی۔ (183:2)

قرآن مجید میں روزہ کا مقصد تقویٰ قرار دیا گیا ہے اور ماہرین نفسیات آج ہمیں بتاتے ہیں کہ اگر تم بھوک برداشت کرنا سیکھ لو تو تم اپنی تمام خواہشات پر قابو پانے کے اہل ہو جاؤ گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ روزوں کے طبی اور دنیاوی مفادات بھی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جو شخص طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک شراب سے اجتناب رکھے تو وہ عمر بھر کے لیے شراب سے پرہیز کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جو شخص صبح سے رات تک سگریٹ نوشی سے مجتنب رہے وہ سگریٹ چھوڑنے کی قوت حاصل کر لیتا ہے۔ روزہ انسان کو اپنی اصلاح کے مواقع بہم پہنچاتا ہے۔ میں اسے مسلمان کی سالانہ اوور ہالنگ کا نام دیتا ہوں جس طرح مشینری مثلاً کار یا موٹر سائیکل کو تین چار یا پانچ ماہ بعد اوور ہالنگ کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی طرح روزہ انسانی مشینری کی جو دنیا کی پیچیدہ ترین مشینری ہے' سروس اور اوور ہالنگ کرتا ہے۔

جہاں تک روزہ کے طبی فوائد کا تعلق ہے وہ بھی بے شمار ہیں اس سے معدہ کی اصلاح ہوتی ہے اور انتڑیوں کی قوت جاذبہ میں اضافہ ہوتا ہے اور نظام ہضم میں بھی بہتری پیدا ہوتی ہے۔

(4) زکوۃ:

اسلام کا تیسرا رکن زکوۃ ہے۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے پاک صاف کرنا، اضافہ کرنا، زکوۃ اسلام میں ہر اس شخص پر لازم ہے جس کی سالانہ بچت ساڑھے سات تولہ سونے کے برابر ہو۔ یہ زکوۃ کا نصاب یعنی معیار ہے کہ جس کے پاس ہر قسم کے اخراجات کے بعد اتنی رقم سال بھر بچی رہے جو ساڑھے 7 تولے سونے کی قیمت کے مساوی ہو تو اس پر اڑھائی فیصد کے حساب سے زکوۃ کی ادائیگی لازم ہے۔ زکوۃ کی مدات کے حوالے سے قرآن مجید کی سورۃ توبہ میں ارشاد ہے: (یعنی کن مقاصد کے لیے زکوۃ استعمال ہو سکتی ہے)

إِنَّمَا الصَّدَقَٰتُ لِلْفُقَرَآءِ
وَالْمَسَٰكِينِ وَالْعَٰمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ
وَالْغَٰرِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ
اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ

"یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں اور ان کے لیے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو۔ نیز یہ گردنوں کو چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لیے ہیں، ایک فریضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا دانا اور بینا ہے۔" (60:9)

اس طرح یہ آٹھ مدات ہیں جن کے لیے زکوۃ خرچ ہو سکتی ہے اور ہر صاحب نصاب مرد اور عورت پر اس کی ادائیگی فرض ہے۔

اسلام نے غربت کے خاتمے کا یہ فطری حل پیش کیا ہے۔ آپ ذرا غور کیجیے کہ آپ کے گردو پیش رہنے والوں میں سے جو لوگ باوسائل ہیں اگر وہ زکوۃ دیں تو کیا کوئی شخص بھوک سے مرے گا، اسلام ارتکاز زر کا شدید مخالف ہے بلکہ یہ دولت کی گردش کی حمایت کرتا ہے۔ سورۃ الحشر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَآءِ مِنكُمْ

''تا کہ وہ مال تمہارے مال داروں کے درمیان ہی گردش نہ کرتا رہے''

(7:59)

یعنی یہ بات پسندیدہ نہیں کہ مالدار ہی مزید مال اکٹھا کر کے زیادہ مالدار ہوتے رہیں۔ سورۃ توبہ میں اس حوالے سے سخت وعید آئی ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝

''دردناک سزا کی خوشخبری دو ان کو جو سونے اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے' ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ سلگائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا' لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔''(9:34'35)

(5) حج:

حج اسلام کا چوتھا رکن ہے اور ہر مسلمان بالغ مرد اور عورت پر جو اس کے اخراجات کا متحمل ہو سکتا ہو اس پر زندگی میں کم از کم ایک بار حج کرنا لازم ہے۔ حج عالمگیر اخوت کی بہترین عملی مثال ہے کیونکہ حج کے موقع پر مکہ' منیٰ اور عرفات میں کم وبیش 25 لاکھ مسلمان جو دنیا کے کونے کونے سے آتے ہیں جمع ہوتے ہیں۔ مردوں کا پہناوا اس دوران دو سفید ان سلے کپڑوں پر مشتمل ہوتا ہے اور کوئی نہیں جان سکتا کہ اس کے پہلو میں کھڑا انہی دو کپڑوں کو جسم پر لپیٹے یہ شخص بادشاہ ہے یا فقیر' دولت مند ہے یا غریب کیونکہ لباس کی یکسانیت من وتو کے تمام فاصلے مٹا دیتی ہے اور گورے اور کالے خاندانی نجابت اور چھوٹے بڑے ہونے کے تمام امتیازات ختم ہو جاتے ہیں۔

اپنی گزارشات کے آغاز میں میں نے قرآن مجید کی سورۃ الحجرات کی یہ آیت تلاوت کی تھی۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿١٣﴾

"لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔" (13:49)

یہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ اس نے انسان کو قوموں اور برادریوں میں اس لیے تقسیم کیا ہے تا کہ وہ ایک دوسرے کو پہچان سکیں۔ اس لیے نہیں کہ آپس میں لڑائی جھگڑے کریں اور اپنے کو دوسرے سے برتر قرار دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں فیصلہ فرما دیا تھا کہ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی گورے کو کالے پر ہرگز کوئی فضیلت نہیں اور سورۃ الحجرات کی مندرجہ بالا آیت میں رب تعالیٰ کا بھی یہ فیصلہ ہے کہ اس کی نظر میں تقویٰ یعنی پرہیزگاری ہی انسان کے پرکھنے کا معیار ہے۔ نسل ذات یا کوئی اور بڑائی نہیں اللہ کی نظر میں وہی لوگ معتبر ٹھہریں گے جو اس سے ڈریں اور اس کی کامل فرمانبرداری کریں چاہے کالے ہوں یا گورے عرب ہوں یا غیر عرب۔

3

پانچ ارکان اسلام کی اہمیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ بالا پانچ ارکان اسلام کو اسلام کے ستون قرار دیا ہے مگر جیسا کہ ستون مکمل عمارت نہیں ہوتی' عمارت ان ستونوں پر استوار ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ پانچ ستون مکمل اسلام نہیں مگر اگر یہ ستون مضبوط ہوں گے تو ان پر تعمیر ہونے والی عمارت بھی اسی قدر مضبوط ہوگی۔ قرآن مجید میں اوامر و نواہی بھی مذکور ہیں جن کی روشنی میں ہمیں زندگی گزارنی چاہیے۔ یعنی یہ بھی اسلام کی عمارت کا حصہ ہیں۔ قرآن مجید کی سورۃ الذاریات میں ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

''میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری بندگی کریں''(56:51)

یعنی اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا۔ عربی لفظ عبادۃ جامع لفظ ہے۔ یہ بنیادی لفظ ''عبد'' سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے اللہ کے احکام کی بجا آوری۔ بہت سے لوگوں میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ عبادت سے مراد صرف نماز پڑھنا ہے مگر یہ تاثر درست نہیں۔ نماز' عبادت کا اعلیٰ ترین عمل ضرور ہے مگر عبادت صرف نماز ہی نہیں بلکہ اعمال کا مجموعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کی بجا آوری عبادت ہے۔ جس طرح قرآن پاک کی سورۃ المائدہ (5:90) میں شراب کی ممانعت کی گئی ہے تو اس حکم کی تعمیل میں شراب سے اجتناب بھی عبادت ہے۔ اسی طرح سورۃ الماعون (107:27) میں ہمسایوں کے حقوق کا خیال رکھنے کا جو حکم دیا گیا اس پر عمل کرنا بھی عبادت ہے۔ یعنی اگر آپ اپنے ہمسایوں کی کسی حوالے سے خدمت کر رہے ہیں تو گویا آپ عبادت کر رہے ہیں۔ دوسروں کی عیب جوئی سے گریز بھی عبادت کا درجہ

رکھتی ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ الھمزہ (104) ملاحظہ فرمائیں۔

"تباہی ہے ہر اس شخص کے لیے جو (منہ در منہ) لوگوں پر طعن اور (پیٹھ پیچھے) برائیاں کرنے کا خوگر ہے۔" (1:104)

جو شخص قرآن کے اس فرمان کی پیروی میں دوسرے لوگوں کی پیٹھ پیچھے برائی کرنے سے باز رہے گا وہ عبادت کرے گا۔

اسی طرح قرآن مجید کی سورۃ الحجرات (49) میں ارشاد ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ۝

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔

آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو، ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہی ظالم ہیں۔

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند

کرے گا؟ دیکھو تم خود اس سے گھن کھاتے ہو' اللہ سے ڈرو' اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا رحیم ہے۔" (49:11-12)

یعنی غیبت ایسا جرم ہے کہ جیسے آپ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا رہے ہو۔ مردہ گوشت کھانا ویسے بھی کتنا کراہت آمیز ہے اور پھر اپنے مردہ بھائی کا تو حد درجہ قابل نفرین ہے۔ آپ دیکھئے کہ گوشت خور جانور بھی جو انسانی گوشت تک کھا لیتے ہیں اپنے بھائی کا گوشت کھانا پسند نہیں کرتے۔ گویا مردہ بھائی کا گوشت کھانا دہرا جرم ہے جس کا ارتکاب عیب جوئی کرنے والے حضرات کرتے ہیں۔ اس حوالے سے اگر آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی میں کسی دوسرے شخص کی غیبت سے پرہیز کریں تو یہ آپ کی عبادت ہے۔

والدین کی خدمت:

قرآن مجید کی سورۃ بنی اسرائیل (17) میں ارشاد ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ
بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ
كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا
كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ
رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝

"تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ (1) تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اسی کی (2) والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو' اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو اُف تک نہ کہو نہ انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ "پروردگار! ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔" (17:23'24)

دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کی خدمت اور اطاعت کو کتنا بڑا درجہ دیا ہے کہ اپنی عبادت کے بعد اس کا ذکر کیا ہے کہ والدین کے ساتھ حد درجہ احترام سے پیش آؤ' انہیں اُف تک

نہ کہو ان کے سامنے جھک جھک جاؤ اور ہمہ وقت ان کی خدمت میں مصروف رہو جو اولاد اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی کماحقہ پابندی کرے گی وہ گویا عبادت کرے گی یعنی والدین کی خدمت اور اطاعت کو عبادت کا درجہ حاصل ہے۔

رہبانیت اور تجرد سے گریز بھی عبادت ہے:

اسلام میں دنیا تج کر گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لینے یا بغیر کسی عذر کے شادی سے گریز کی ممانعت کی گئی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

(بخاری باب النکاح' کتاب 7 حدیث 4)

''ہر مسلمان کو شادی کرنی چاہیے جو اس کے وسائل رکھتا ہو اور جو اس کے باوجود نکاح نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ یعنی اسلام میں شادی لازمی ہے۔ یعنی شادی کر کے بھی آپ عبادت کر رہے ہیں اور اس طرح آپ ایک برائی سے بچ رہے ہیں۔ قرآن مجید کی سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰىٓ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝

''زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو وہ بہت برا فعل ہے اور بڑا ہی برا راستہ'' (32:17)

اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی پابندی کر کے یعنی بدکاری سے بچ کر بھی آپ عبادت کر رہے ہیں اور شادی بہرحال بدکاری سے بچنے کا ایک طاقتور ذریعہ ہے اس لیے اسلام میں بغیر کسی عذر کے شادی سے اجتناب پسندیدہ فعل نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو وسائل اور قدرت رکھتے ہوئے شادی نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

بیویوں سے حسن سلوک:

قرآن مجید کی سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝

''اور ان (بیویوں) کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو اگر وہ تمہیں ناپسند

بھی ہوں تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو مگر اللہ نے اسی میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہے۔" (19:4)

اس آیت قرآنی میں ناپسندیدہ بیویوں سے بھی حسن سلوک کی تلقین کی گئی کہ ممکن ہے تم لوگوں کو علم نہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسی (ناپسندیدہ) بیوی میں ہی تمہارے لیے بہتری کے سامان رکھے ہوں۔ اس طرح بیویوں سے بہتر برتاؤ کر کے ہم اللہ کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں اور اللہ کے حکم کی اطاعت عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔ یعنی اللہ کے احکام کے مطابق جن راستوں سے منع کیا گیا ہے ان سے بچ کر چلنے اور جن راستوں پر چلنے کا حکم دیا گیا وہ راہ اختیار کرنا عبادت ہے۔

اسلام بدن اور روح دونوں کی ضروریات کا اہتمام کرتا ہے۔ اس کا کوئی حکم ایسا نہیں جو انسانیت کے خلاف ہو۔ گو بعض لوگ اسلام سے متعلق مکمل معلومات نہ ہونے کے سبب تشکیک کا شکار ہو سکتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے اور یہ کہ اسلام کا فلاں حکم درست نہیں ہے۔ ان میں سے ایک معاملہ تعدد ازواج کا بھی ہے۔ اسلام میں ایک سے زیادہ شادی کی اجازت سے متعلق بہت غلط باتیں پھیلائی گئی ہیں اور اگر اس سے متعلق بھی حقائق سامنے لائے جائیں تو یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ اسلام کا کوئی ایک حکم بھی انسانیت کے منافی نہیں اور یہ کہ اسلام کا ہر حکم جسم یا پھر روح کے لیے سودمند ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الملک میں فرمایا ہے:

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

"جس (اللہ) نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔" (67-2)

یعنی یہ زندگی جو ہم گزار رہے ہیں وہ آخرت کے لیے ایک امتحان اور آزمائش ہے۔ اگر ہم اس امتحان میں ناکام ہو گئے تو (خدانخواستہ) ہمارا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور ہم جہنم سے کیسے نجات حاصل کر سکتے ہیں اس کی کسوٹی سورۃ العصر میں موجود ہے:

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

"زمانے کی قسم، انسان درحقیقت بڑے خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں

کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔" (103:1 تا 3)

یہ چار درجاتی کسوٹی جنت کے متلاشی ہر انسان کے لیے ہے۔ یعنی وہ ایمان لائے اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور پھر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے نیک اعمال کرے اور دوسرے لوگوں کو بھی سچ کہنے اور سچ راستے پر چلنے نیز مشکلات میں صبر سے کام لینے کی تلقین کرتا رہے۔

اسی طرح سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ

"دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں۔" (256:2)

بعض لوگ نامکمل حوالہ دیتے ہیں اور آیت کا اگلا حصہ چھوڑ دیتے ہیں جو اس طرح ہے۔

قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ

"صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔" (256:2)

یعنی اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ آپ سچائی کو لوگوں کے سامنے پیش کریں مگر اس کے لیے تلوار اٹھانا درست نہیں' اسلام میں جبر سے اور زبردستی دین تبدیل کرانے کی اجازت نہیں۔ اسلام پر اعتراضات کی تو کوئی کمی نہیں۔ مثلاً مسلمان ایک سے زیادہ بیویاں کیوں رکھتے ہیں' خنزیر کیوں نہیں کھاتے' ختنہ کیوں کرواتے ہیں' گوشت خور کیوں ہیں' نان ویجی ٹیرین کیوں نہیں' مجھے خوشی ہوتی ہے جب غیر مسلم بھائی اپنے دل کے اطمینان کے لیے اعتراضات پیش کرتے ہیں تو مجھے غلط فہمیاں دور کرنے کا موقع ملتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر پورا اُترنے کی کوشش کرتا ہوں۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ

"اے نبی! اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو' حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقے پر جو بہترین ہے۔"

وآخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین۔

سوالات اور ان کے جوابات

اسلام میں آزادی اظہار ہے تو رشدی کو سزائے موت کیوں سنائی گئی؟

سوال: میرا نام ویاس ہے، مرکزی حکومت کا ریٹائرڈ ملازم ہوں، میں اس قسم کے اجتماعات کے منتظمین کا شکر گزار ہوں کہ وہ وقتاً فوقتاً ہمیں مل بیٹھنے اور سیکھنے کے مواقع بہم پہنچاتے ہیں۔ اسلام کے بارے میں بہت سی باتیں ہمیں یہاں آکر معلوم ہوتی ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ اظہار رائے کی آزادی کو عالمی سطح پر تسلیم کیا گیا ہے مگر سلمان رشدی کو آزادی اظہار کے جرم میں سزائے موت کا حکم کیوں سنادیا گیا اور یہ کہ اہل تشیع اور اہل سنت میں بنیادی اور نظریاتی اختلافات کون سے ہیں اور فرقہ وارانہ فسادات کی نوبت کیوں پہنچ جاتی ہے؟ کیا اس کا کوئی حل بھی ہے؟ شکریہ

ڈاکٹر نائیک: بھائی نے سوال کیا ہے کہ کیا اسلام میں اظہار کی آزادی ہے؟ اور اگر ہے تو سلمان رشدی کو ''سزائے موت'' کا حکم کیوں دیا گیا؟ میرے بھائی اس سوال کا مکمل جواب ممبئی یونین آف جرنلسٹس کے زیر اہتمام ہونے والے مناظرے کے دوران دیا گیا تھا جس کی کیسٹ دستیاب ہے۔ اس مناظرے کا موضوع تھا'' کیا مذہب بنیاد پرستی اور آزادی اظہار کی راہ میں رکاوٹ ہے'' یہ مناظرہ ''لجا'' (Lajja) کی مصنفہ تسلیمہ نسرین کو سزائے موت سنائے جانے کے بعد ہوا۔ اس مناظرے میں مختلف آراء سامنے آئیں:

اسلام میں مکمل آزادی اظہار ہے بشرطیکہ اس سے کسی کی دل آزاری نہ ہو اور بات ثبوت کے ساتھ کی جائے۔ قرآن مجید میں فرمان خداوندی ہے کہ ''ایک دوسرے کو توہین آمیز ناموں سے نہ پکارا کرو'' کسی شخص کے خلاف ثبوت کے ساتھ یا ثبوت کے بغیر عیب گوئی کی اسلام میں اجازت نہیں تاہم جہاں اجتماعی نقصان یا مفاد کا معاملہ ہو تو ثبوت کے ساتھ مخالفانہ بات کی ممانعت نہیں۔ مثلاً میں ایک کمپنی میں ملازم ہوں اور میرے علم میں ہے کہ کمپنی بددیانتی اور مالی خیانت کی مرتکب ہو رہی ہے تو مجھ پر واجب ہے کہ میں ثبوت کے ساتھ یہ معاملات منظر عام پر لاؤں کہ یہ کمپنی لوگوں کو لوٹ رہی اور دھوکہ دے رہی ہے۔

اسلام نے بغیر ثبوت کے الزام لگانے کی نہ صرف سخت ممانعت کی ہے بلکہ ایسا کرنے والے کو سزا کا مستوجب بھی قرار دیا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی خاتون کی پاک دامنی پر کوئی تہمت

لگاتا ہے تو حکم ہے کہ وہ چار گواہ پیش کرے اور اگر وہ ایسا نہیں کر پاتا تو اس کی سزا یہ ہے کہ اسے 80 کوڑے مارے جائیں۔ امریکہ یورپ میں ممکن ہے آپ کسی لڑکی کو بدنام کر کے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں مگر جہاں اسلامی نظام کا نفاذ ہو گا وہاں ایسا کرنے والا بچ نہیں سکتا۔

جہاں تک سلمان رشدی کا تعلق ہے اس نے اپنی کتاب میں ہمارے پیارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُم المومنین کے خلاف ہرزہ سرائی کی۔ اس نے معجزات نبوت کے خلاف زبان درازی کی۔ اس نے جو غلاظت اچھالی اس کو احاطہ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا' کوئی تہذیب اس گندگی کی اجازت نہیں دے سکتی' اسلام کی مقدس ترین ہستیوں کے لیے نازیبا لفظ استعمال کیے ہیں۔ آپ کو ایک مثال دیتا ہوں کہ جس وقت برطانیہ میں مارگریٹ تھیچر وزیراعظم تھیں تو ایک امریکی نے ان کی پالیسیوں پر تنقید کرتے ہوئے ان کے خلاف نامناسب زبان استعمال کی اور انہیں ''کتیا'' کہہ دیا۔ اس پر برطانوی حکومت نے اس شخص پر پابندی لگا دی' اسلام نہ صرف کسی عام شہری کے خلاف بدزبانی کی اجازت نہیں دیتا بلکہ اس میں کسی بھی پیغمبر کو دشنام طرازی کا نشانہ بنانے کی اجازت نہیں۔ سلمان رشدی نے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے خلاف ہی دریدہ دہنی کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ رام اور سیتا کے خلاف بھی بدزبانی کی جس پر وزیراعظم (اس وقت کے) راجیو گاندھی نے اس کی کتاب پر پابندی عائد کر دی۔

بائبل کی کتاب Leviticus میں ہے کہ ''خدا کی شان میں گستاخی کے مرتکب کو سنگسار کر دیا جائے'' یعنی جرم کی سنگینی کے مطابق سخت سزا دینے کا تصور موجود ہے۔

اسلام میں سخت سزاؤں کے حوالے سے چار راستے دیئے گئے ہیں۔ قرآن کی سورۃ المائدہ میں ارشاد ہے:

إِنَّمَا جَزَٰٓؤُا۟ ٱلَّذِينَ
يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسْعَوْنَ فِى ٱلْأَرْضِ
فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓا۟ أَوْ يُصَلَّبُوٓا۟ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم
مِّنْ خِلَٰفٍ أَوْ يُنفَوْا۟ مِنَ ٱلْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ فِى ٱلدُّنْيَا ۖ
وَلَهُمْ فِى ٱلْءَاخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٣٣﴾ إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُوا۟ مِن قَبْلِ
أَن تَقْدِرُوا۟ عَلَيْهِمْ ۖ فَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٤﴾

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لیے تگ و دو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا انکے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیئے جائیں۔ یہ ذلت و رسوائی تو ان کے لیے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لیے اس سے بڑی سزا ہے مگر جو لوگ توبہ کر لیں قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پاؤ۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔'' (5:33-34)

اب دیکھئے کہ ایک جرم پر اس کی سنگینی اور صورت حالات کی روشنی میں چار مختلف راستے تجویز کر دیئے گئے ہیں۔ دوسرے مذاہب اور اسلام میں یہی فرق ہے۔ یہ بات درست ہے کہ تمام مذاہب اچھی باتیں بتاتے ہیں، برائی کی مذمت بھی تمام مذاہب کرتے ہیں لیکن برائی کے خاتمے کے لیے راستہ صرف اسلام تجویز کرتا ہے۔ مثلاً ہندومت اور مسیحیت اور اسلام تینوں میں عورتوں کو ستانے یا بے حرمتی کی مذمت کی گئی مگر اسلام میں عورت کی بے حرمتی کے مرتکب کو سزائے موت دینے کا حکم دے کر اس بدترین فعل کی روک تھام کا راستہ بھی تجویز کیا گیا۔

اسلام نے مردوں کو حکم دیا ہے کہ عورتوں پر اتفاقیہ نظر پڑ جائے تو فوراً نظریں نیچی کر لیں۔ یہی حکم عورتوں کو بھی دیا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ عورتوں کو اپنا جسم مکمل طور پر ڈھانپ کر رکھنے کا بھی پابند بنایا گیا۔ میں اکثر ایک مثال بیان کرتا ہوں کہ فرض کیجیے دو جڑواں بہنیں یکساں خوبصورت ہیں، ان میں سے ایک مکمل حجاب لیتی اور دوسری منی سکرٹ پہن کر بے حجابی کا مظاہرہ کرتی ہے تو ایک گلی میں جاتے ہوئے اگر کسی بدقماش شخص سے ان کا سامنا ہو جائے تو بتایئے اس کی بدقماشی سے زیادہ خطرہ کسے ہوگا۔ حجاب میں لپٹی ہوئی لڑکی کو یا دعوت نظارہ دینے والی اس کی بہن کو؟ قرآن عورت کے لیے پردہ لازمی قرار دیتا ہے۔ سورۃ احزاب (33) آیت 59 میں پردے کا حکم دیتے وقت اس کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے ''تاکہ تم کو تنگ نہ کیا جائے۔''

امریکہ میں ہر روز 1900 خواتین جنسی تشدد کا نشانہ بنتی ہیں۔ اسلام عورتوں پر یہ ظلم کرنے والوں کے لیے سزائے موت کا حکم دیتا ہے لیکن آج کی روشن خیال دنیا میں اسے ''وحشیانہ سزا'' کہا جاتا ہے۔ میری اکثر غیر مسلم دوستوں سے ملاقات ہوتی ہے تو میں ان سے سوال کرتا ہوں کہ اگر خدانہ کرے آپ کی بہن، بیوی یا بیٹی سے کوئی زیادتی کرے تو آپ اسے کیا

سزا دیں گے؟ آپ یقین کریں ان سب کا جواب یہ ہوتا ہے کہ میں اسے جان سے ماردوں گا اور اگر آپ کو بطور جج اسے سزا دینے کا اختیار دے دیا جائے تو؟ اس پر وہ جواب دیتے ہیں کہ ''سزائے موت'' بلکہ بعض اس قدر غصے میں آجاتے ہیں کہ میرا بس چلے تو اس کو مار مار کر ختم کردوں۔ اب آپ سے میرا سوال ہے کہ اگر امریکہ میں اسلامی قانون نافذ کر کے اس پر سختی سے عملدرآمد کرایا جائے یعنی ہر مرد جونہی اس کی نظر کسی اجنبی عورت پر پڑے تو وہ نظریں جھکالے ہر عورت باپردہ لباس پہنے اور جو مرد کسی عورت کی بے حرمتی کا مرتکب ہو اسے سزائے موت دی جائے تو آپ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ کیا امریکہ میں عورتوں سے جبری زیادتی کی شرح یہی رہے گی، کم ہوگی یا بڑھ جائے گی؟ یقیناً کم ہوگی۔ سعودی عرب کی مثال سامنے ہے جہاں دنیا میں عورتوں کے خلاف جرائم کی شرح دنیا بھر میں سب سے کم ہے۔ ایک صحیح اسلامی ملک میں کوئی کسی پر تہمت لگا کر سزا سے نہیں بچ سکتا۔ آزادی اظہار کا مطلب یہ نہیں کہ آپ جسے چاہیں دشنام طرازی کا نشانہ بنائیں، آزادی اظہار کی حدود و قیود ہیں، اسلام ہر شخص کے حقوق کا خیال رکھتا ہے جہاں انسانیت کے مفاد میں ہو وہاں یقیناً ''آزادی اظہار'' کی نہ صرف اجازت بلکہ واجب ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے:

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝

''اور اعلان کردو کہ ''حق آگیا اور باطل مٹ گیا'' باطل تو مٹنے ہی والا ہے''

(81:17)

یعنی اسلام آزادی اظہار کی یقیناً اجازت دیتا ہے جو انسانیت کے لیے سود مند ہے اور جو نقصان دہ ہو اس کی اجازت نہیں۔

شیعہ اور سنی عقائد میں فرق:

جہاں تک شیعہ اور سنی عقائد میں فرق سے متعلق آپ کے سوال کا تعلق ہے تو میرے بھائی یہ محض سیاسی اختلاف ہے۔ دراصل اسلام میں شیعہ اور سنی کا کوئی تصور نہیں، قرآن مجید میں کہیں شیعہ یا سنی کا ذکر نہیں ہے۔ سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا

''اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ بازی میں نہ پڑو۔'' (103:3)

شیعہ اور سنی کا نام اوائل اسلام میں کہیں سننے میں نہیں آتا یہ سب بعد کی پیداوار ہیں جب مسلمانوں میں سیاسی اختلافات نے زور پکڑا' مسلمان صرف ایک اُمت ہیں اور اس میں شیعہ' سنی یا دوسرے فرقوں کی کوئی گنجائش نہیں۔ قرآن مجید کی سورۃ الانعام میں ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَ
كَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى
اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝

"جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے یقیناً ان سے تمہارا کچھ واسطہ نہیں۔
ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے وہی ان کو بتائے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے۔"
(159:6)

اس آیت میں واضح طور پر فرقہ بندی کی ممانعت کی گئی ہے اس لیے شیعہ اور سنی محض سیاسی اختلاف کا شاخسانہ ہے' مذہبی عقائد کے اختلاف کا معاملہ نہیں ہے۔

کیا مسلمان غیر مسلموں کی ثقافت اپنا سکتے ہیں؟

سوال: میرا نام بالا چندرن ہے اور میں ایک اشتہاری ادارے کے لیے کام کرتا ہوں۔ میرا سوال بھارتی مسلمانوں کے حوالے سے ہے کہ وہ دو شناختوں کے ساتھ رہ رہے ہیں' ایک تو ان کی مذہبی شناخت ہے کہ وہ مسلمان ہیں اور دوسرا یہ کہ ان میں ایک بڑی تعداد ہندو معاشرت سے متاثر بھی ہے اور ان میں بہت سی ایسی باتیں در آئی ہیں جو خالصتاً ہندوانہ روایات اور ثقافت کا حصہ ہیں۔ مثلاً بہت سے مسلمان ہندوؤں کی طرح جنم پتری بنواتے ہیں' کیا یہ اسلام سے متصادم نہیں؟ قرآن اس بارے میں کیا کہتا ہے؟ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کرنے والے لوگ آپ سے یا دوسروں سے کم تر درجے کے مسلمان ہیں؟ براہ کرم وضاحت سے جواب دیں:

ڈاکٹر ذاکر: بھائی کا سوال تو بہت اچھا ہے جو کسی بھی مسلمان سے جو ہندوستان کیا دنیا کے کسی بھی خطے میں رہ رہا ہو کیا جا سکتا ہے کہ آیا وہ مسلمان ہوتے ہوئے دوسرے عقائد سے متعلق معاملات کو اپنا سکتا ہے۔ بنیادی طور پر مسلمان کی تعریف یہ ہے کہ وہ شخص جو اللہ کی رضا کی خاطر اپنی ذاتی

حیثیت قربان کردے مگر مسلمان رہتے ہوئے ہم ہندوستانی' امریکی' یورپی' مغربی کلچر اپنا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ اس سے اسلام کے بنیادی عقائد متاثر نہ ہوں۔ مثلاً ایک سوال ہے کہ کیا مسلمان عورت ساڑھی پہن سکتی ہے جو کہ ہندو پہناوا اور ہندوستانی کلچر ہے۔ میرا جواب ہے کہ ہاں پہن سکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ اسلام کے مطابق حجاب کے اصولوں پر پورا اترے۔ حجاب کے اصول یہ ہیں کہ عورت کا پورا جسم ڈھکا ہونا چاہیے' صرف چہرہ اور کلائی تک ہاتھ کھلے رکھے جا سکتے ہیں۔ (بیشتر علماء کا اتفاق ہے کہ چہرہ بھی حجاب کے اندر ہو' مترجم) لباس ڈھیلا ہو' چست نہ ہو کہ جسم کے اعضاء نمایاں ہو جائیں' یہ کہ لباس باریک نہ ہو کہ اس میں سے جسم نظر آئے۔ اور یہ کہ لباس بھڑکیلا نہ ہو کہ جنس مخالف کے لیے ہیجان خیز بن جائے نیز یہ کہ جنس مخالف کے لباس سے مماثلت نہ رکھتا ہو۔ اسلامی طریقہ سے ساڑھی پہننے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا پلو سر پر ڈال لیا جائے۔ بال اس کے اندر مکمل طور پر چھپ جائیں۔ اس کی تراش اور سلائی اس طریقے سے کی جائے کہ پیٹ سمیت جسم کا کوئی حصہ نہ نمایاں ہو اور نہ ہی نظر آئے۔ ایسا کر کے آپ اسلام پر عمل پیرا رہتے ہوئے بھی ساڑھی پہن سکتی ہیں لیکن اگر آپ بغیر بلاؤز کے ساڑھی پہنیں گی تو اس کی اسلام میں اجازت نہیں۔ اسی طرح امریکہ میں رہنے والی مسلمان عورت منی سکرٹ پہننا چاہے تو اس کی اسلام میں ممانعت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کسی بھی ملک میں رہتے ہوئے اس حد تک مقامی کلچر کو اپنا سکتا ہے جس سے اسلامی اصول اور تعلیمات کی نفی نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور احکام کی بجا آوری کے سامنے کسی بھی قوم کی ثقافت اور روایات کی ہرگز کوئی اہمیت نہیں۔

اسلام میں علم نجوم کا مقام:

جہاں تک آپ کے علم نجوم کے حوالے سے فال نکلواتے یا زائچے بنوانے سے متعلق سوال کا تعلق ہے تو میں عرض کروں گا کہ قرآن مجید کی سورۃ مائدہ میں ارشاد ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِنَّمَا ٱلْخَمْرُ وَٱلْمَيْسِرُ وَٱلْأَنصَابُ وَٱلْأَزْلَٰمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ ٱلشَّيْطَٰنِ فَٱجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو' یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں۔ ان سے پرہیز کرو۔ اُمید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی۔" (90:5)

میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ کوئی شخص مستقبل کی پیشین گوئی کر سکتا ہے یا نہیں؟

ماہرین علم نجوم تو بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں۔ قرآن بھی یہ نہیں کہہ رہا کہ کوئی پیشین گوئی کر سکتا ہے یا نہیں؟ یقیناً ایسے لوگ ہیں جنہوں نے یہ علم سیکھا ہے اور لوگ ان کے پاس جاتے بھی ہیں اور اب تو کمپیوٹر نے یہ کام اور بھی آسان کر دیا ہے کہ آپ اپنی تاریخ پیدائش اور دوسرے کوائف ڈال دیں تو آپ کو جواب مل جائے گا۔

اس حوالے سے ایک واقعہ پیش ہے کہ چند سال قبل امریکہ میں ایک تعلیمی ادارے میں تعینات ایک پروفیسر نے کلاس کے طلبہ سے کہا کہ وہ ہر طالب علم کو اس کے بارے میں ایک جملہ چٹ پر لکھ کر دے گا اور جب وہ کہے تو سارے طالب علم چٹ کھول کر پڑھیں اور اس پر اپنی رائے دیں۔ اس نے ایسا ہی کیا اور جب طالب علموں نے چٹ کھول کر پڑھی تو 90 فیصد سے زیادہ طالب علموں کی رائے یہ تھی کہ جو کچھ پروفیسر نے لکھا وہ 100 فیصد درست ہے جبکہ باقی 10 فیصد نے کہا کہ 95 فیصد درست ہے اس کے بعد پروفیسر نے بتایا کہ اس نے ہر طالب علم کی چٹ پر ایک ہی جملہ لکھا تھا کہ گزشتہ ایک ماہ کے دوران اس کے ساتھ ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آیا ہے' اب ایک ماہ میں اگر ایک ہزار اچھی باتیں ہوتی ہیں تو ایک آدھ ناخوشگوار واقعہ یقیناً ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی کسی کے ماضی سے متعلق بات کرے اور کہہ دے کہ گزشتہ سال اس کے ساتھ ایک بہت اچھا معاملہ ہوا تو یہ بھی عین فطری ہے کہ بہت سی ناخوشگوار اور بری باتوں میں ایک اچھی بات بھی ہو سکتی ہے تو اس طرح مبہم اور گول مول باتیں کر کے یہ لوگ اپنا وقت گزار رہے ہیں۔ اسی طرح جب آپ اخبار میں دیکھتے ہیں کہ ''لبرا'' کی یہ بات اور ''لیو'' کی وہ بات تو یہ محض قیاس آرائیاں ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ ان خرافات میں نہ پڑو۔ قرآن علم کی نفی نہیں کر رہا لیکن قرآن کا مقصد یہ ہے کہ ایسی باتوں کی ٹوہ لگانا جو تمہارے علم میں نہیں ان کا علم ہونے سے تمہیں نقصان ہوگا اور اللہ کی حکمت سے جو معاملات انسان سے پوشیدہ رکھے گئے ہیں ان کا نہ جاننا ہی اس کے لیے بہتر ہے۔ مثلاً آپ ایک جوتشی کے پاس جاتے ہیں وہ کہتا ہے کہ آپ فیل ہو جائیں گے مگر آپ دن رات محنت کرتے ہیں اور کلاس میں اول آجاتے ہیں۔ جبکہ کوئی دوسرا جب جوتشی فیل ہونے کی خبر دیتا ہے تو وہ ہمت ہار کر پڑھنا چھوڑ دیتا ہے اور فیل ہو جاتا ہے۔ اس میں قصور کس کا ہے؟ یہ بات کسے معلوم نہیں کہ جو پڑھتا ہے وہ کبھی ناکام نہیں ہوتا مگر وہ طالب علم پڑھتا نہیں اور فیل ہو جاتا ہے۔ اس لیے اگر کوئی مسلمان جوتشیوں کے پاس جا کر غیب کی خبریں معلوم کرنا چاہتا ہے تو وہ اسلامی احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اس پر وہ اچھا مسلمان نہیں ہے۔

اسلام اور ہندومت میں کیا فرق ہے؟

سوال: اسلام اور ہندومت کے نظریات میں کیا فرق ہے؟ قرآن کا فرمان ہے کہ اللہ ہی ابتداء ہے اور اللہ ہی انتہا ہے؟ ھو الاول والآخر. ہندو اپنشد کہتے ہیں' خدا ایک ہے اور وہ ہر جگہ موجود ہے' آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

ڈاکٹر ذاکر نائیک: بھائی کا سوال بہت اچھا ہے کہ اسلام اور ہندومت میں مماثلات کیا ہیں اور نظریاتی اختلاف کی نوعیت کیا ہے؟ دونوں مذاہب میں اختلاف کا اگر تجزیہ کیا جائے تو اس کی کیفیت یہ ہے کہ اگر آپ کسی عام ہندو سے پوچھیں کہ وہ کتنے خداؤں کی پوجا کرتا ہے تو کوئی کہے گا تین' کوئی کہہ دے گا دس اور شاید کوئی اپنے معبودوں کی تعداد سو بھی بتا دے اور یقیناً ایسے بھی ہیں جو 33 کروڑ بھی کہہ دیں گے لیکن اگر آپ کسی پڑھے لکھے ہندو سے پوچھیں گے تو ان کا جواب ہوگا کہ وہ ایک معبود کی پوجا کرتے ہیں لیکن وہ بھی اپنے معبود کے مختلف اشکال میں ظہور کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور یہ صرف ہندومت ہی نہیں کئی دوسرے مذاہب میں بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اتنی پاک اور مقدس ہے کہ وہ انسانوں کے احساسات اور مشکلات کا ادراک نہیں کر سکتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ضروریات سے ہم آہنگ قوانین بنانے کے لیے انسانی شکل و صورت اختیار کی۔ (نعوذ باللہ)

مگر یہ نظریہ انتہائی گمراہ کن ہے کیونکہ اس میں خالق حقیقی کی ہمہ گیریت پر حرف گیری کی گئی کہ وہ اپنی موجودہ حیثیت میں یہ محسوس کرنے پر قادر نہیں کہ انسانوں کو جب مشکلات درپیش ہوتی ہیں تو ان کے جذبات واحساسات کی کیفیت کیا ہوتی ہے جبکہ ہم مسلمانوں کا عقیدہ اس کے قطعی برعکس ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ہمارا خالق ہے اس سے انسان کی پیچیدہ مشینری کے اسرار و رموز کس طرح چھپے رہ سکتے ہیں اس سے زیادہ انسانی جذبات کو کون محسوس کر سکتا ہے کہ وہی تو ان کا خالق ہے۔ میں اس کی ایک مثال دیتا ہوں کہ فرض کیجئے میں ایک وی سی آر بناتا ہوں کیونکہ میں انجینئر ہوں اس لیے ایسی مشینری میں تیار کر سکتا ہوں تو کیا اس کی خصوصیات جاننے کے لیے مجھے وی سی آر کی شکل اختیار کرنا پڑے گی؟ ہرگز نہیں بلکہ اس کے لیے میں ایک کتابچہ تیار کروں گا جس میں وی سی آر کی تمام خصوصیات درج ہوں گی کہ چلانے کے لیے فلاں بٹن دبانا ہوگا اور بند کرنے کے لیے فلاں اور اس طرح اس کی دیگر خصوصیات بھی مذکور ہوں گی جن چیزوں سے اسے نقصان ہوسکتا ہے وہ بھی درج ہوں گی کہ اسے گرائیں نہیں' پانی میں بھیگنے نہ دیں وغیرہ۔

انسانی جسم بھی ایک مشین ہے بلکہ اسے پیچیدہ ترین مشین کہیں تو غلط نہ ہوگا۔ کیا اس کو رواں رکھنے کے لیے ہدایت کا کتابچہ کافی نہیں ہو سکتا۔ یقیناً ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی شکل میں زندگی گزارنے کا ہدایت نامہ ہمیں دے دیا ہے۔ جس میں وہ سب کچھ درج ہے جن کے کرنے سے ہمیں فائدہ یا نقصان ہو سکتا ہے اس میں مکمل تفصیلات موجود ہیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے اور کن چیزوں سے اجتناب کرنا چاہیے؟

ہندوؤں میں مظاہر پرستی کا عقیدہ:

عام ہندو مظاہر پرستی پر یقین رکھتے ہیں یعنی ان کا عقیدہ ہے کہ ہر چیز خدا ہے یعنی سورج، چاند، ستارے، درخت، بندر، انسان سب خدا ہیں جبکہ مسلمانوں کا اس کے برعکس یہ عقیدہ ہے کہ ہر چیز خدا کی ہے یعنی اسلام اور ہندومت میں بنیادی اختلاف ''کی'' کا ہے اگر یہ ''کی'' کا مسئلہ حل ہو جائے تو ہندو اور مسلمان ایک ہو جائیں۔

اس ''کی'' کا مسئلہ کیسے حل ہوگا؟ قرآن مجید کی سورۃ آل عمران میں ارشاد ہے:

قُلْ يَـٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَـٰبِ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ

كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا ٱللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِۦ شَيْـًٔا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا۟

فَقُولُوا۟ ٱشْهَدُوا۟ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٦٤﴾

''کہو اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائے۔ اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو، ہم تو مسلم (صرف خدا کی بندگی اور اطاعت کرنے والے) ہیں۔'' (3:64)

مسلمانوں اور ہندوؤں میں مشترکہ باتیں کیا ہو سکتی ہیں؟

ہندوؤں اور مسلمانوں میں مشترکہ باتیں:

بھگوت گیتا کے باب 7 میں اشلوک 19 تا 23 کا خلاصہ یہ ہے:

''وہ لوگ جو جھوٹے خداؤں کی پوجا کرتے ہیں اور جو بت پوجتے ہیں دنیا پرست لوگ ہیں'' یہ گیتا کے اشلوک ہیں۔ اسی طرح ویدیں ہیں' رگ وید' یجر وید' سام وید' اتھرب وید' ان میں سے رگ وید بھجنوں پر مشتمل ہے جبکہ یجر وید میں قربانیوں کا بیان ہے۔ سام وید غنائیت اور اتھرب وید جادو ٹونے سے متعلق ہے۔ یجر وید (باب 32 اشلوک 3) کہتی ہے ''تتسیا پر بھا اسٹی'' (اس کی کوئی متعین شکل نہیں ہے) یجر وید میں ہی ایک اور جگہ (باب 40 اشلوک 8) مذکور ہے۔ ''اس کا کوئی جسم نہیں ہے' کوئی متعین صورت نہیں''۔ اسی وید میں دوسری جگہ (باب 40 اشلوک 9) میں کہا گیا ''جو بھوتی'' یعنی قدرتی چیزوں ہوا' پانی اور آگ وغیرہ کی پوجا کرتے ہیں اندھیرے میں ہیں''۔

یہ باتیں میں اپنی طرف سے گھڑ کر پیش نہیں کر رہا بلکہ ہندوؤں کی مقدس کتابوں کے حوالے دے رہا ہوں۔ ہندو کتابوں میں ''ایکم براہم'' کا تذکرہ ہے جس سے مراد ہے صرف ایک خدا' دوسرا کوئی نہیں بالکل نہیں' رگ وید (جلد 8 باب 1 اشلوک 1) کہتی ہے ''تمام تعریفیں اسی کو زیبا ہیں جب کہ قرآن مجید کی سورۃ فاتحہ میں ارشاد ہے: الحمد للہ رب العالمین ''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے'' رگ وید (جلد 6 باب 45 اشلوک 16) میں بیان کیا گیا ہے: ''معبود صرف ایک ہے اسی ایک کی پوجا کرو''

یہی مضمون سورۃ اخلاص میں کہا گیا: قل ھو اللہ احد ''کہہ دیجئے (اے پیغمبر) کہ اللہ ایک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بیشتر مذاہب عالم توحید کا سبق دیتے ہیں' یعنی معبود کی وحدانیت کا۔ مجھے توقع ہے کہ اسلام اور ہندومت میں ''کی'' کا جو فرق ہے وہ ظاہر ہو گیا ہوگا۔

تمام آسمانی کتابیں برحق ہیں پھران کے مندرجات میں فرق کیوں؟

سوال: خدا ایک ہے اس نے دنیا میں بہت سے پیغمبر مبعوث فرمائے اگر اسلام موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا سچا پیغمبر تسلیم کرتا ہے مسیحیت بھی انہیں پیغمبر تسلیم کرتی ہے موسیٰ علیہ السلام نے کتاب پیدائش (Genesis) کتاب خروج (Exodus) لاوی (خمسہ موسیٰ کی تیسری کتاب Leviticus) Numbers اور خمسہ موسیٰ کی پانچویں کتاب (Deuteronomy) لکھی ہیں اسلام اور مسیحیت دونوں موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر مانتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام پر دس احکامات (Ten Commandments) بھی نازل ہوئے۔ کتاب خروج (Exodus) باب 20' آیت 3 تا 17 میں تحریر ہے کہ'' خدا ہی قادر مطلق اور خالق ہے'' میرا سوال اس حوالے سے ہے کہ '' کتاب خروج'' کے باب 20 آیت 8 میں لکھا ہے کہ یوم سبت (ہفتے کا ساتواں دن یہودیوں کی عبادت اور آرام کا دن) کو یاد رکھو کہ خالق کائنات نے یہ دنیا چھ دنوں میں بنائی اور ساتویں دن آرام کیا۔ (اس میں یہودیوں کو چھ دن کام کرنے اور ساتویں دن اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے مخصوص کرنے کا حکم تھا کہ اس روز کوئی مرد' عورت کام نہیں کرے گا حتیٰ کہ خدمت گاروں اور غلاموں سے بھی کام لینے کی ممانعت تھی۔ مترجم) جبکہ اسلام اور مسیحیت دونوں موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کو تسلیم کرتے ہیں تو پھر تینوں مذاہب کی آسمانی کتابوں میں اتنا فرق کیوں ہے؟

ڈاکٹر ذاکر: بھائی کا سوال بہت اچھا ہے اور میں انشاء اللہ ان کے ہر نکتہ کا جواب دوں گا۔ میں چونکہ تقابل ادیان کا طالب علم ہوں اس لیے بائبل ویدوں اور قرآن مجید سمیت تمام آسمانی کتابوں کا مطالعہ میرے لیے لازمی ہے۔ بھائی نے کتاب خروج کے باب 20 آیت 8 کا حوالہ دیا ہے لیکن اس سے پہلے کی کچھ آیات کا حوالہ نہیں دیا۔'' کتاب خروج'' کے باب 20 آیت 2 میں مذکور ہے'' خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور تم آسمانوں' خشکی اور تری میں کسی اور کو معبود نہ بنانا کیونکہ تمہارا خدا شریک بنائے جانے پر سخت گیر ہے'' (کتاب خروج 20:3'4)

یہ سب کچھ بھی کتاب خروج میں درج ہے مگر بھائی اسے چھوڑ کر براہ راست آٹھویں آیت پر پہنچ گئے۔ خدا کے سوا کسی اور کو معبود نہ بنانے کی بات اسلام' یہودیت' عیسائیت اور ہندومت میں مشترک ہے۔ بائبل کی کتاب خمسہ موسیٰ کی تیسری کتاب میں لکھا ہے'' سنو اے اسرائیل! ہمارا معبود صرف'' خدا ہے۔'' (47:6 Deuteronmy)

بھائی کے ایک سوال میں کئی سوال ہیں۔ وقت کی کمی کے سبب سب سوالوں کے جواب دینا ممکن نہیں۔ بنیادی سوال یہ ہے کہ ''یوم سبت'' کا اختلاف کیا ہے؟ اہل یہود کی حد تک تو اتفاق ہے کہ وہ ہفتہ کو یوم سبت تسلیم کرتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل متی (Gospel of Mathews) میں فرمایا:

''یہ مت خیال کریں کہ میں (آسمانی) قوانین اور سلسلہ پیغمبراں ختم کرنے آیا ہوں' میں انہیں ختم کرنے نہیں بلکہ انکی تکمیل کے لیے آیا ہوں' میں سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین کا وجود ختم نہ ہو جائے' خدائی قوانین کا ایک شوشہ تک ختم نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ ہر چیز مکمل ہو جائے' اس لیے جو کوئی بھی ایک بھی خدائی حکم سے سرتابی کرے گا یا دوسروں کو ترغیب دے گا وہ اللہ کی بادشاہت میں کم تر شمار ہوگا اور جو شخص خود خدائی احکام پر عمل کرے گا اور دوسروں کو سکھائے گا (اور ان پر عمل کی تلقین کرے گا) وہ اللہ کی بادشاہت میں بڑا درجہ پائے گا۔'' (میتھیو 17:5 تا 20)

میرے بھائی آپ تو خود پادری ہیں آپ تو ان تمام چیزوں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے یہ حوالہ بعینہ کنگ جیمز ورژن سے میں نے پیش کر دیا ہے یعنی جب تک تمہاری نیکیاں یہودیوں (پرانا یہودی فرقہ) سے بڑھ نہیں جائیں گی تم اللہ کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے ایک اچھے مسیحی کے لیے تورات کے احکام پر عمل لازمی کر دیا۔ دوسرے الفاظ میں کہ جو موسیٰ علیہ السلام نے احکام دیئے ان کی پابندی لازمی قرار دیدی۔ اب اس حکم کی روشنی میں مسیحی بھائیوں سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ وہ ہفتے کے دن کو مقدس کیوں نہیں مانتے' یہ مقام فکر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں (سابقہ) خدائی قوانین اور پیغمبروں (کی تعلیمات) ختم کرنے نہیں آیا بلکہ انہیں مکمل کرنے آیا ہوں اور جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اور درجہ نبوت پر فائز ہوئے تو آپ نے ایسا نہیں فرمایا:

قرآن مجید کی سورۃ بقرہ میں ارشاد خداوندی ہے:

مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا

''ہم اپنی جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں اس کی جگہ اس سے بہتر لاتے ہیں یا کم از کم ایسی ہی'' (106:2)

قرآن موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا سچا پیغمبر قرار دیتا ہے اور اسلام واحد غیر مسیحی مذہب ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھنا ایمان کا جزو قرار دیتا ہے۔ ہم مسلمانوں کا یہ ایمان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبیوں میں شمار ہوتے تھے اور ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ انکی پیدائش معجزانہ طور پر ہوئی تھی جس میں فطرت کے قوانین کے برعکس کسی مرد کا کوئی عمل دخل نہ تھا حالانکہ جدید دور کے بہت سے عیسائیوں کو بھی یہ بات ماننے میں تامل ہوتا ہے۔ ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی اجازت سے مردوں کو زندہ اور کوڑھیوں کو بالکل بے عیب بنا دیتے تھے۔ آپ پیدائشی نابیناؤں کو بھی بینا کر سکتے تھے' ہم تمام گزشتہ پیغمبروں کو مانتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ حقیقت ہے کہ یہ تمام پیغمبر ایک مخصوص مدت کے لیے آئے یا ان کا دائرہ عمل ایک قوم یا علاقے تک محدود تھا۔ قرآن مجید کی سورۃ آل عمران میں ارشاد ہے:

وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ

''اور جب وہ بحیثیت رسول بنی اسرائیل کے پاس آیا تو اس نے کہا! میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں۔'' (49:3)

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: (اپنے بارہ حواریوں سے جنہیں آپ نے لوگوں کی مشکلات دور کرنے اور انہیں بیماریوں سے صحت یاب کرنے کا اختیار دیا تھا۔ مترجم)

''تم لوگ جاؤ مگر غیر یہودیوں کی طرف اور نہ ہی سامریوں کے شہر میں داخل ہونا بلکہ اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کی طرف جاؤ'' (اور انہیں تبلیغ کرو) (انجیل میتھیو (متی) 10:5'6)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مزید فرمایا:

''میں نہیں بھیجا گیا مگر اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کی طرف''

(بائبل انجیل متی 15:24)

اس کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام یہودی قوم کے لیے بھیجے گئے' دوسروں کے لیے نہیں۔ اور یہ بات خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمائی کسی اور نے نہیں جبکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت قیامت تک تمام آنے والے زمانوں اور انسانوں کے لیے ہے' کسی

ایک دور خطہ اور قوم کے لیے مخصوص نہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

"اے محمدؐ! ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔" (107:21)

یعنی اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ ہے کہ اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور چونکہ پہلے انبیاء علیہم السلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی نوعیت میں ہی فرق تھا کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کا دائرہ عمل ایک مخصوص وقت' خطہ اور قوم تک محدود تھا جب کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دائرہ عمل یا نبوت تمام دنیا اور تمام آنے والے زمانوں تک پھیلی ہوئی ہے اس لیے ضروری نہیں کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتابیں ایک جیسی ہوں۔ گو کہ بنیادی پیغام سب آسمانی کتابوں میں یکساں ہے اور وہ یہ ہے کہ خدائے واحد پر ایمان رکھو' بتوں کی پوجا نہ کرو' باقی قوانین اور ضابطے مختلف ہو سکتے ہیں' مثلاً یہودیوں کے لیے مقدس دن ہفتہ اور عیسائیوں کے لیے اتوار ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "تم ایک قانون (خدائی) بھی توڑنے پر قادر نہیں۔" (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تخصیص فرمائی کہ ہم مسلمان (آج کہلائے جانے والے) عیسائیوں اور یہودیوں سے مختلف اُمہ ہیں مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو (مروجہ) عیسائیت کی تبلیغ نہیں کی بلکہ اسلام کی ہی تبلیغ کی۔ عیسائیوں کو کرسچن کا نام دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں نے طنزیہ طور پر دیا۔ یہ بات مسیحی پادری جانتے ہیں کہ بائبل کے عہد نامہ جدید کی "کتاب اعمال" (Book of Acts) میں یہ بات موجود ہے کہ مسیحیوں کو کرسچن کا نام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں نے دیا جو آج بھی مروج ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ آل عمران کی آیت 52 گواہی دے رہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام "مسلمان" تھے۔

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝

''جب عیسیٰ علیہ السلام نے محسوس کیا کہ بنی اسرائیل کفر وانکار پر آمادہ ہیں تو انہوں نے کہا ''کون اللہ کی راہ میں میرا مددگار ہوتا ہے'' حواریوں نے جواب دیا ''ہم اللہ کے مددگار ہیں'' ہم اللہ پر ایمان لائے' گواہ رہو کہ ہم مسلم (اللہ کے آگے سر اطاعت جھکا دینے والے) ہیں۔'' (52:3)

اسی طرح سورۃ آل عمران کی ہی آیت 67 میں فرمایا گیا:

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ

''ابراہیم علیہ السلام یہودی تھا نہ عیسائی بلکہ وہ تو ایک مسلم یکسو تھا'' (67:3)

اس لیے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو پیغام لے کر آئے وہ بنیادی طور پر تمام سابقہ انبیاء علیہم السلام کے پیغام سے ہم آہنگ تھا۔ یعنی خدائے واحد پر ایمان اور بتوں کی پوجا کی ممانعت۔ چنانچہ یہ اللہ کا فیصلہ تھا کہ جب ذات باری تعالیٰ نے محسوس کیا کہ بنی نوع انسان ایک خاص مقام اور سطح تک پہنچ گئے ہیں تو اس کے لیے آخری پیغام لے کر آنے والا پیغمبر مبعوث فرما دیا۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی نئے آسمانی قوانین آئیں گے۔ موجودہ قوانین ہی قابل عمل ہیں اور جاری وساری رہیں گے۔

مثال کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''آنکھ کے بدلے آنکھ' دانت کے بدلے دانت'' ۔ یہ اس وقت کا بہت اچھا قانون تھا۔ اس وقت آج کی طرح عدالتیں تھیں نہ جج تعینات تھے اور یہی قانون قابل عمل تھا۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: (انجیل متیٰ' باب 5' آیات 38 تا 40)

''پرانے وقتوں میں قانون تھا کہ ''آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت'' لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص تم کو ایک رخسار پر تھپڑ مارتا ہے تو اسے (تھپڑ کے لیے) دوسرا رخسار بھی پیش کر دو' اگر کوئی شخص تم سے قمیص طلب کرتا ہے تو اسے اوپر کا چوغہ بھی

اتار کر دے دو اور اگر کوئی شخص تم کو اپنے ساتھ ایک میل تک لے جانا چاہتا ہے تو اس کے ساتھ دو میل تک چلے جاؤ۔"

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قانون تھا کہ انہوں نے اپنی نوعیت کا ایک حل پیش کیا اور لوگوں نے اس پر عمل بھی کیا۔ اگر کھیل کھیل میں غلطی سے کسی کی آنکھ پر چوٹ لگ گئی تو ظاہر ہے اس کے بدلے میں کسی کی آنکھ تو نہیں نکالی جا سکتی تھی یعنی "آنکھ کے بدلے آنکھ" کے قانون میں صورت حال کے مطابق ردوبدل ممکن تھا۔ آج بھی اس قانون پر عملدرآمد کی نوعیت یہی ہے کہ اگر کوئی شخص عمداً اور بغیر کسی وجہ سے آپ کے کسی عضو کو نقصان پہنچاتا ہے تو آپ اس کے مطابق اس سے بدلہ لے سکتے ہیں اس کو سبق سکھا سکتے ہیں لیکن اگر غلطی سے ایسا ہوا ہے تو عدالت کو یہ فیصلہ کرنے کا حق ہے کہ غلط کیا ہے اور صحیح کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنیادی آسمانی کتاب کے سوا باقی قوانین میں صورتحال کے مطابق تبدیلی کی جا سکتی ہے۔ قرآن مجید آخری آسمانی کتاب ہے جس کے قوانین اور تعلیمات ابد تک کے لیے ہیں۔ اُمید ہے آپ کو اپنے سوال کا جواب مل گیا ہوگا۔

سعودی عرب میں ہندوؤں کو ملازمت کی اجازت کیوں نہیں؟

سوال: ڈاکٹر ذاکر آپ ڈاکٹر ہیں' کیا آپ اس بات کو درست سمجھتے ہیں کہ سعودی عرب میں ملازمتوں میں ہندوؤں کے ساتھ مذہب کی بنیاد پر امتیاز برتا جاتا ہے اور اشتہارات میں باقاعدہ لکھا جاتا ہے کہ صرف مسلمان اور عیسائی ہی فلاں ملازمت کے لیے اہل ہیں؟ (سوال کنندہ خاتون ڈاکٹر ہیں)۔

ڈاکٹر ذاکر: سوال بہت اچھا ہے کہ آیا مذہب کی بنیاد پر لوگوں کو مختلف ملازمتوں پر فائز کرنے میں امتیاز کیا جانا جائز ہے؟ جیسا کہ بقول ان کے سعودی عرب میں کیا جاتا ہے کہ اشتہار میں ہی شرط لگا دی جاتی ہے کہ صرف مسلمان اور مسیحی ہی درخواست دے سکتے ہیں۔ میری ڈاکٹر بہن! میں بھی سعودی عرب جا چکا ہوں اور پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ایسا نہیں ہوتا بلکہ مجھے تو اس کے بالکل برعکس کی شکایت ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ سعودی عرب میں بیشتر کلیدی پوسٹوں پر فائز بیشتر غیر ملکی غیر مسلم ہیں جن میں ہندو اور عیسائی دونوں شامل ہیں اور جھاڑو دینے والوں سمیت چھوٹی نوکریوں پر مسلمان بھی موجود ہیں۔ میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں کہ ٹرائڈنٹ

ہوٹل جدہ میں ایک تقریب تھی۔ یہ ایک فائیو سٹار ہوٹل ہے جہاں ہم نے تمام وائٹ کالر لوگوں کو مدعو کیا تھا اور ان میں بیشتر غیر مسلم تھے اور مہمان خصوصی ایئر انڈیا کے جنرل منیجر تھے۔ ان میں گنتی کے چند افراد مسلمان تھے باقی تمام غیر مسلم تھے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی مخصوص ملازمتیں ہوں جن کا تعلق مساجد وغیرہ سے ہو۔ یہ محض آپ کی غلط فہمی ہے' سعودی عرب میں ہرگز امتیاز نہیں برتا جاتا۔ آپ ممبئی میں دیکھ لیں لوگوں کو سعودی عرب بھجوانے والے بیشتر بڑے ریکروٹنگ ایجنٹ تمام ہندو ہیں۔ ایک سوال ہے کہ دو ڈاکٹر ہیں' ایک ہندو' ایک مسلمان' ہندو امراض دل کا ماہر اچھا اور مسلمان سے بہتر ڈاکٹر ہے' اگر میری والدہ بیمار ہیں تو میں یقیناً بہتر ڈاکٹر کے پاس لے کر جاؤں گا اور یہ نہیں دیکھوں گا کہ ڈاکٹر ہندو ہے یا مسلمان۔ قرآن مجید بھی یہی سبق دیتا ہے' سورۃ الفرقان میں ارشاد ہے:

فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِیْرًا

(اگر تم کسی بات بارے شک میں ہو تو) "اس سے پوچھو جو جانتا ہو۔"

(59:25)

اس میں یہ نہیں حکم دیا گیا کہ ضرور کسی مسلمان سے ہی پوچھیں یعنی قرآن کے نزدیک بھی معیار علم ہے کہ جو سپیشلسٹ ہے اس کے پاس جاؤ' چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ (محترم ڈاکٹر صاحب نے جس آیت کا حوالہ دیا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے زمین و آسمان چھ دنوں میں بنانے اور اپنے تخت پر متمکن ہونے کا تذکرہ ہے اور پھر فرمایا گیا کہ رحمان؟ اس کی شان کے بارے میں اس سے پوچھ لو جو اس کی شان سے آگاہ اور واقف ہو۔

الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ

مفسرین کا کہنا ہے کہ کفار نے طنزاً یہ سوال کیا تھا کہ رحمان کون ہے؟ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے خود ہی جواب دیا کہ رحمان کے بارے میں اس سے پوچھو جو رحمان کی شان سے آگاہ اور واقف ہو۔ تاہم کسی مفسر نے وہ استدلال نہیں کیا جس کا سہارا محترم ڈاکٹر صاحب نے لیا ہے۔ واللہ اعلم (مترجم)

اسلام میں پاپائیت؟ اسلام میں فری مارکیٹ اکانومی کا تصور؟

سوال: کیا اسلام میں پاپائیت ہے؟ کیا خدا تک رسائی مراقبہ عبادات اور اسلام میں فری مارکیٹ اکانومی کا کیا تصور ہے؟

ڈاکٹر ذاکر: بھائی جہاں تک اسلام میں فری مارکیٹ اکانومی کے تصور کے بارے میں آپ کے سوال کا تعلق ہے تو قرآن میں سود سے پاک معیشت کا ذکر ہے اور اس کا جواب میں تفصیلاً دے چکا ہوں اس کی کیسٹ دستیاب ہے آپ یہ حاصل کر کے استفادہ کر سکتے ہیں اس میں اسلامی نظام معیشت کے خدوخال بیان کیے گئے ہیں۔ ملائیشیا میں اس پر عمل کیا جا رہا ہے اور اسے وقت کے ساتھ ساتھ بہتر بھی بنایا جا رہا ہے۔

جہاں تک مراقبہ یا تنہائی کی عبادت کا تعلق ہے تو یہ بھی ایک طریقہ عبادت ہے، بہترین طریقہ عبادت جسے ہم ترجیح دیتے ہیں وہ اللہ کے سامنے سر جھکانا یعنی نماز ہے۔ ہم اسی طریقے سے اللہ کے حضور سجدہ شکر بجالاتے ہیں اور میں اپنی گفتگو میں اکثر بیان کرتا ہوں کہ نماز کے اگرچہ اور بھی فوائد ہیں مگر ہم اسے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے کے لیے ادا کرتے ہیں اور اس سے ہمیں یہ رہنمائی بھی حاصل ہوتی ہے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط۔

آپ کا پہلا سوال تھا کہ کیا اسلام میں پاپائیت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس سے مراد یہ ہے کہ پیدائشی طور پر کوئی منصب امامت وغیرہ پر فائز ہو تو ایسا نہیں ہے مگر اسلام میں ہر بچہ نیک اور معصوم پیدا ہوتا ہے، ہمارے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے، دین فطرت سے مراد مسلمان ہے قطع نظر اس بات کے کہ وہ کسی ہندو، سکھ، بدھ یا مسلمان خاندان میں پیدا ہوا ہو وہ معصوم اور گناہوں سے پاک پیدا ہوتا ہے اور ایک ہندو خاندان کے گھر پیدا ہونے والا بچہ اگر کمسنی میں یعنی پانچ سال کی عمر تک فوت ہو جاتا ہے تو وہ سیدھا جنت میں جائے گا کیونکہ اس کے بعد ہی کوئی بچہ اپنے خاندانی عقائد کی طرف رجوع کرتا ہے اور اسلام میں خاندانی پاپائیت کا کوئی تصور نہیں۔ ہمارے امام ہوتے ہیں جو مساجد میں نمازوں کی امامت کراتے ہیں جو شخص اچھا مسلمان اور اچھی قرأت کر سکتا ہو اور اسلام کے بارے میں مناسب علم رکھتا ہو امام ہو سکتا ہے۔

اسلام میں بڑے عالم اور سکالر بھی ہوتے ہیں جنہیں مولانا بھی کہا جاتا ہے۔ یہ عموماً اماموں سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ آپ ان سے اسلام کے بارے میں رہنمائی لے سکتے ہیں جیسے

آپ ادویہ کے بارے میں کچھ جاننا چاہیں تو آپ ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں اور سائنس کے بارے میں سائنسدان ہی کچھ بتا سکتے ہیں۔ اسی طرح اسلام کے بارے میں اسلامی علوم کے ماہر رہنمائی کرتے ہیں لیکن یہ کوئی خاندانی وراثت یا گدی نہیں ہوتی جو نسل در نسل منتقل ہو رہی ہو۔ اسلام میں سب انسان برابر ہیں' برتری صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔ اگر آپ میں تقویٰ یعنی نیکی اور خدا خوفی دوسرے سے زیادہ ہے تو آپ اللہ کی نظر میں دوسرے سے برتر ہیں۔ اُمید ہے آپ کو سوال کا جواب مل گیا ہوگا۔

کیا زمین مرکز نظریہ متروک ہو چکا ہے؟

سوال: آپ نے اپنے ایک خطاب میں قرآن کی ایک آیت کا حوالہ دے کر بتایا تھا کہ درحقیقت صرف چاند ہی نہیں بلکہ سورج بھی گردش کرتا ہے اور سائنس نے بھی ثابت کر دیا کہ سورج گردش کرتا ہے جبکہ پرانے نظریے کے مطابق زمین گول ہے اور تمام فلکی اجسام چاند' سورج سمیت زمین کے گرد گھومتے ہیں جسے زمین' مرکز نظریہ کہا جاتا تھا یعنی جس میں مرکزی حیثیت زمین کو حاصل تھی۔ اسی طرح ہے نا؟

ڈاکٹر ذاکر: بھائی آپ کا سوال بہت اچھا ہے۔ میں نے اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ یہ ایک چار گھنٹے کی کیسٹ ہے جس کا عنوان ہے ''قرآن اور جدید سائنس'' (بیکن بکس ملتان نے ڈاکٹر ذاکر کی یہ کتاب بڑے اہتمام سے شائع کی ہے) یہاں اس موقع پر اس موضوع کے حوالے سے مختصراً عرض کر سکتا ہوں۔

بھائی کی بات درست ہے کہ اس بارے میں ابتدائی نظریہ ٹولوم نے دوسری صدی قبل مسیح میں پیش کیا۔ وہ نظریہ زمین مرکز تصور پر مبنی تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ کائنات میں زمین کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور سورج سمیت تمام اجسام فلکی زمین کے گرد گھومتے ہیں۔ قرآن اس نظریے کی مکمل نفی کرتا ہے۔ میں نے درحقیقت جس آیت کا حوالہ دیا تھا وہ سورہ انبیاء کی 33ویں آیت ہے:

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ۝

''اور وہ اللہ ہی ہے جس نے رات اور دن بنائے اور سورج اور چاند کو پیدا کیا
سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔'' (21:33)

دیکھیے اس میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ سورج اور چاند الگ الگ مدار میں گردش کررہے ہیں۔ یہاں دو چیزوں کی نشاندہی کی جارہی ہے یعنی ایک تو یہ کہ اپنے اپنے مدار میں گردش کررہے ہیں۔ اس کے علاوہ گھوم بھی رہے ہیں۔

یسبحون: عربی زبان کا لفظ ہے جو فلکی اجسام کی گردش اور حرکت کو ظاہر کرتا ہے۔ یعنی ایک فلکی جسم بیک وقت کسی مخصوص دائرے میں گردش بھی کررہا ہے اور خود بھی گھوم رہا ہے۔ قرآن میں کسی جگہ یہ ذکر نہیں کہ سورج اور چاند زمین کے گرد گھومتے ہیں۔ اب سائنس بہت ترقی کرچکی ہے اور اب تمام پرانے نظریات غلط ثابت ہوکر متروک ہوچکے ہیں۔

آج سائنس ہمیں بتارہی ہے کہ ہمارا ایک نظام شمسی ہے جس میں سورج کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور مریخ، زمین، زہرہ وغیرہ سیارے اس کے گرد گھومتے ہیں اور خود نظام شمسی بھی کہکشاؤں کے اندر گردش کرتا ہے اور کہکشائیں بھی گردش کرتی ہیں۔ یہ قرآن کا فرمان نہیں کہ سورج اور چاند زمین کے گرد گھومتے ہیں۔ جیسا کہ تسلیمہ نسرین غلط بیانی کررہی ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ تسلیمہ نسرین نے کیا کہا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ قرآن میں لکھا ہے کہ سورج زمین کے گرد گھومتا ہے حالانکہ یہ سراسر افتراء پردازی ہے۔ قرآن مجید میں ایک بھی جملہ ایسا نہیں جس سے ظاہر ہو کہ سورج زمین کے گرد گھومتا ہے۔ قرآن کے بیان میں صرف یہ کہا گیا ہے کہ سورج اور چاند گھومتے اور گردش کرتے ہیں۔ یہ اضافہ تسلیمہ نسرین نے اپنے پاس سے کیا ہے۔ اپنی سکول کی زندگی میں کہ اس وقت سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی تھی ہم یہ تصور کرتے تھے کہ سورج ساکن ہے حرکت نہیں کرتا۔ آج ایسے آلات بن گئے ہیں کہ آپ سورج کی حرکت کا عکس میز پر بھی حاصل کرسکتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم کرسکتے ہیں کہ سورج کی سطح پر سیاہ دھبے ہیں اور ان دھبوں کی مدد سے ہی ہمیں پتہ چلتا ہے کہ سورج 25 روز میں اپنے گرد چکر مکمل کرتا ہے۔ اس طرح جو چیز آج ہمیں سائنس بتارہی ہے اور ہمیں اپنی سکول کی زندگی میں معلوم نہ تھا وہ قرآن مجید نے 14 سو سال پہلے ظاہر کردی تھی اور یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ قرآن مجید میں ایک بھی بیان ایسا نہیں جو مسلمہ سائنسی حقائق کے منافی ہو۔ ایسے کئی نظریات ہیں مثلاً ڈارون کا نظریہ جس کی قرآن تائید نہیں کرتا اور وہ غلط بھی ثابت ہوچکی ہیں لیکن یہ نظریات کی حد تک ہے جہاں تک مسلمہ سائنسی حقائق کا تعلق ہے ان میں سے ایک بھی قرآن کی کسی آیت سے متصادم نہیں۔

اسلام میں گوشت خوری کا حکم کیوں دیا گیا:

سوال: اسلام میں گوشت خوری کا حکم کیوں دیا گیا؟ ایک اور سوال یہ ہے کہ آیا سیاست دان مذہب کے معیار پر پورا اترتے ہیں اور کیا مذہب کی سیاستدانوں کے بغیر بقا ممکن ہے؟

ڈاکٹر ذاکر: بھائی نے دو سوال پوچھے ہیں۔ دوسرا سوال اسلام اور سیاست کے بارے میں ہے کہ آیا مذہب سیاست دانوں کے بغیر چل سکتا ہے؟ میرے بھائی! میں متعدد بار وضاحت کر چکا ہوں کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اسلام میں سیاست یعنی نظام حکومت بھی ہے کیونکہ وہ اس جدید نظام حکومت جیسا نہیں جو کہ آج مروج ہے اور جسے بعض لوگ اپنی جیبیں بھرنے کا ذریعہ بنا چکے ہیں۔ کوئی بھی شخص اچھا مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک دنیاداری کے معاملات میں بھی اچھا نہ ہو۔ اسلام دنیاوی معاملات کا نظام بھی پیش کرتا ہے لیکن شائد آپ کے سوال کا تعلق آج کے مروجہ سیاسی نظام سے متعلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کا مروجہ سیاسی نظاموں سے کوئی تعلق نہیں جس میں عمال حکومت کو عوامی فلاح و بہبود سے زیادہ اپنی جیبیں بھرنے کی فکر ہوتی ہے۔

آپ کے پہلے سوال میں پوچھا گیا کہ اسلام گوشت خوری کی ترغیب کیوں دیتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام دین فطرت ہے۔ اسلام نے اگر گوشت خوری کی ترغیب دی ہے تو یہ قانون فطرت کے عین مطابق ہے۔ آپ دیکھئے سبزہ خور جانوروں گائے، بکری اور بھیڑ اور گوشت خور جانوروں مثلاً شیر، چیتا وغیرہ کے دانتوں میں نمایاں فرق ہے۔ سبزہ خور جانوروں کے دانت مسطح مگر گوشت خور جانوروں کے نوکیلے ہوتے ہیں یعنی جو سبزہ خور ہیں وہ گوشت خوری نہیں کر سکتے اس لئے کہ ان کے دانتوں کی ساخت صرف سبز چارہ کے لئے ہی موزوں ہے اسی طرح گوشت خور جانور سبزہ نہیں کھا سکتے کیونکہ ان کے دانت اس مقصد کے لئے بنائے ہی نہیں گئے۔ اس کے برعکس آپ انسانی دانت دیکھیئے کہ اس میں مسطح اور نوک دار دونوں قسم کے دانت موجود ہیں گویا انسانی دانتوں کی ساخت انہیں گوشت اور سبزی دونوں چیزیں کھانے کے قابل بناتی ہے۔ آپ یقین کیجیے اگر قادر مطلق کی مرضی ہوتی کہ انسان صرف سبزی کھائیں تو انہیں گوشت خوری کے لئے موزوں دانت ہرگز نہ ملتے۔ آپ ایک تجربہ کے طور پر بکری، بھیڑ یا گائے کے گلے سے زبردستی گوشت ان کے اندر اتار بھی دیں تو پھر بھی ان کا معدہ غذا کو ہضم نہیں کر سکے گا۔ اس طرح گوشت خور جانوروں کا معدہ سبزیات ہضم کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کے معدے کو یہ طاقت بخشی ہے کہ وہ گوشت اور سبزی دونوں اشیاء بخوبی ہضم کر سکتا ہے۔

بعض ہندو سادھو بھی گوشت کھاتے ہیں:

یہاں جملہ معترضہ کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ ہندو مذہبی کتابوں میں سادھوؤں اور سنتوں کے گوشت کھانے کا ذکر ملتا ہے۔ حتیٰ کہ رامائن بھی اس تذکرے سے خالی نہیں۔ میں حوالہ دیئے بغیر بات نہیں کرتا بعض اوقات میں مسلمانوں کو بتاتا ہوں کہ فلاں چیز قرآن اور حدیث میں موجود ہے تو وہ حیرت زدہ رہ جاتے ہیں اور اس طرح کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ میں ہندو دوستوں کو بتاؤں کہ ویدوں میں یہ لکھا ہے تو وہ پریشان ہو جاتے ہیں۔ میں یہاں ''اجودھیا کھندم'' کا حوالہ دینا چاہتا ہوں کہ اس کے باب 90 میں مرقوم ہے کہ جب رام کو بن باس دیا گیا (جب ریاست دسرتھ کے ولی عہد رام چندر جی کو ان کا باپ ان کی سوتیلی والدہ رانی کیکئی سے کیئے گئے ایک عہد کو نبھانے کے لئے 14 سال کے لئے جلاوطن کرنے اور ان کی بجائے ان کے سوتیلے بھائی کو تخت کا جانشین بنانے پر مجبور ہو گیا۔ مترجم) تو وقت رخصت اپنی ماں سے کہنے لگے کہ ''بن باس میں مزید ار گوشت بھی نہیں کھا سکوں گا'' اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ گوشت سے پرہیز نہیں کرتے تھے۔

ہندو مت میں گوشت خوری کی ممانعت کیوں؟

اصل میں ہندو مت میں گوشت خوری کی ممانعت کی بھی ایک خاص وجہ ہے کہ لوگ اہنسا (عدم تشدد) کے فلسفہ کے علمبردار دوسرے مذاہب مثلاً بدھ مت اور جین مت کی طرف مائل ہو رہے تھے اس لئے انہیں ادھر جانے سے روکنے کے لئے ہندو مت میں گوشت خوری کی ممانعت کر دی گئی۔ سبزی خور لوگوں سے اگر اس کی منطق پر بات کی جائے تو ان کا مؤقف یہ ہوتا ہے کہ کسی کی جان لینا پاپ (گناہ) ہے اور جانور تو جاندار مخلوق ہیں جب کہ پودے بے جان ہوتے ہیں کسی جاندار کی بغیر کسی مقصد کے جان لینا تو اسلام میں بھی حرام ہے چاہے وہ چیونٹی جیسی حقیر چیز ہی کیوں نہ ہو لیکن یہ نظریہ کہ پودے بے جان چیزیں ہیں غلط ثابت ہو چکا ہے اور سائنس میں ہونے والی بے پناہ ترقی سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ پودے بھی جاندار ہیں۔ اب جن لوگوں کے علم میں یہ بات ہے کہ پودے بھی دوسرے جانداروں کی طرح سانس لیتے ہیں اور بعض دوسرے افعال سرانجام دیتے ہیں وہ سبزی خوروں کو اگر اس حوالے

سے قائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ پودے بے جان ہونے کا تصور تبدیل ہو چکا ہے اور اب جدید سائنسی تحقیق سے یہ حقیقت منکشف ہو چکی ہے کہ پودے بھی جاندار ہیں تو انہوں نے بھی اس کا نیا جواب گھڑ لیا ہے کہ ٹھیک ہے پودے جاندار ہوتے ہیں لیکن وہ اس طرح تکلیف اور درد کا احساس تو نہیں رکھتے جیسے جانور، اس لئے جانوروں کو ذبح کرنا پودوں کو کاٹنے کی نسبت بڑا گناہ ہے۔ مگر ان کی یہ منطق بھی سائنس نے غلط ثابت کر دی ہے اور سائنس کے طلب علم جانتے ہیں کہ پودے دکھ اور خوشی کے احساسات رکھتے ہیں۔ وہ درد کی صورت میں ''کراہتے'' بھی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں ادنیٰ درجے کا ہی سہی لیکن اعصابی نظام موجود ہے۔ تاہم انسانی کان کی ساخت ایسی ہے کہ وہ پودوں کی کراہیں نہیں سن سکتے۔ انسانی کان میں 20 سے 20 ہزار سائیکل فی سیکنڈ کی حد تک آواز کی لہریں وصول کرنے کی صلاحیت موجود ہے اور ممکن ہے کہ پودوں کی کراہوں کی رینج اس سے مطابقت نہ رکھتی ہو۔ امریکہ میں اس حوالے سے ایک تجربہ کیا گیا کہ ایک زمیندار نے ایک مخصوص آلہ تیار کرایا جس میں پودوں کی کراہوں کو وصول کرنے کی صلاحیت تھی۔ پودوں کی یہ خاصیت ہے کہ جب انہیں پانی کی ضرورت محسوس ہو تو وہ کراہتے ہیں چنانچہ اس آلے کے ذریعے پانی کی کمی کا شکار پودوں کی آہیں سن لی گئیں جس نے یہ نظریہ باطل کر دیا کہ پودے درد کو محسوس نہیں کر سکتے۔

میری اس حوالے سے ایک ایسے سبزی خور سے بحث ہوئی جس کے پاس دلائل کا انبار تھا۔ وہ کہنے لگا ''ذاکر بھائی! میں آپ کی یہ بات تسلیم کرتا ہوں کہ پودے درد اور تکلیف کو محسوس کرتے ہیں لیکن آپ اس حقیقت کو کیوں فراموش کر رہے ہیں کہ انسان اور جانور حواس خمسہ کے مالک ہوتے ہیں جب کہ پودوں میں صرف تین حسیں ہوتی ہیں۔

میں نے اس سے کہا میرے بھائی! آپ ذرا تصور کریں اگر آپ کا ایک بھائی خدانخواستہ پیدائشی گونگا اور بہرہ ہو اور جوان ہونے کے بعد اگر کوئی بے رحم قاتل اس کی زندگی کا چراغ گل کر دے تو کیا آپ عدالت سے جا کر کہہ دیں گے کہ جناب عالی! میرے بھائی کے قاتل کو کم سزا دیں کیونکہ میرا بھائی پانچ میں سے دو حسوں (Senses) سے محروم تھا یا پھر یہ کہیں گے کہ جناب اسے سخت سے سخت سزا دیجئے کیونکہ اس نے ایک ایسے شخص کو موت کے گھاٹ اتارا جو معذور تھا''

اچھا مسلمان بننے کے لئے گوشت خوری ضروری نہیں:

قرآن مجید کی سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا

''لوگو! زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں انہیں کھاؤ۔''(168:2)

لیکن یہ بات پیش نظر رہے کہ کوئی بھی مسلمان محض سبزی خور ہو کر (گوشت سے پرہیز کر کے) بھی بہت اچھا مسلمان ہو سکتا ہے یعنی مسلمان بننے کے لئے گوشت خوری شرط نہیں ہے۔ قرآن اور حدیث میں کہیں یہ بات نہیں کہی گئی آپ گوشت کھائے بغیر اچھے مسلمان نہیں بن سکتے۔

جہاں تک سبزیات کی غذائی اہمیت کا تعلق ہے تو یہ ایک حقیقت ہے کہ سبزیوں میں اعلیٰ درجے کا پروٹین نہیں ہوتا۔ سبزیوں میں پروٹین کا سب سے بڑا ذخیرہ سویابین میں ہوتا ہے مگر یہ پروٹین اعلیٰ معیار کی نہیں ہوتی۔ اعلیٰ معیار کی پروٹین صرف گوشت میں ملتی ہے اور لازمی طور پر صرف گوشت خور ہی اسے حاصل کر سکتے ہیں۔ آج کل ویجی ٹیرین (سبزی خور) اور نان ویجی ٹیرین (گوشت خور) دونوں اطراف سے اپنے اپنے مؤقف میں سائنسی دلائل دیئے جا رہے ہیں تو اگر آپ کسی ایسے شخص سے بات کریں جو دونوں غذائی گروپوں کی خصوصیات سے پوری طرح آگاہ ہو تو وہ آپ کو صحیح رہنمائی دے سکتا ہے۔ اور اس کا جواب یقیناً یہی ہو گا کہ انسانی جسم کے لئے گوشت زیادہ مفید ہے اور جب مالک حقیقی نے یہ حیوانی لحمیات پر مبنی غذائیں نہ صرف پیدا کیں بلکہ ہمیں کھانے کی اجازت بھی دی تو ہم کفران نعمت کے مرتکب کیوں ہوں؟

کیا مسلمانوں میں شدت پسندی گوشت خوری کے سبب ہے؟

سوال: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مسلمانوں میں شدت پسندی کا سبب ان کی گوشت خوری کی عادت ہے کہ وہ اپنے جذبات و احساسات کو قابو میں رکھنے پر قادر نہیں رہتے۔

ڈاکٹر ذاکر: بھائی نے بہت اچھا سوال کیا ہے اور اس کی بنیاد یہ تصور ہے کہ خوراک انسانی مزاج اور رویہ پر اثر انداز ہوتی ہے اور میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں اور اسلام نے ہمیں سبزہ کھانے والے جانوروں مثلاً گائے بکری وغیرہ کا گوشت کھانے کی اجازت صرف اس لئے دی ہے کہ

ہمارے مزاج ان جانوروں کی طرح معتدل اور ''شریفانہ'' ہو جائیں لیکن شیر، چیتے اور دوسرے گوشت خور جانوروں کا گوشت کھانے کی اجازت نہیں دی کہ ہمارے مزاج ان جنگلی جانوروں کی طرح وحشیانہ اور تند نہ ہو جائیں۔ اس حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی ہے کہ چیر پھاڑ کر کھانے اور نوکدار دانتوں والے جانور اور ناخنوں والے پنجوں کے حامل پرندوں کا گوشت حرام ہے۔

کچھ عرصہ قبل امریکہ میں ایک تحقیق ہوئی کہ کچھ لوگوں کے ایک گروپ کو صرف سبزیوں کا استعمال کرایا گیا اور دوسرے گروپ کو ''نان ویجی ٹیرین'' رکھا گیا۔ نان ویجی ٹیرین ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ صرف گوشت کھاتے ہیں بلکہ ان کی غذا میں گوشت اور سبزی دونوں شامل کی گئیں۔ یہ لوگ کئی ماہ تک زیر مشاہدہ رکھے گئے اور یہ بات سامنے آئی کہ جس گروپ کو گوشت اور سبزیوں کا استعمال کرایا گیا ان کا رویہ صرف سبزی کھانے والے سے بہت بہتر تھا۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ سبزی کھانے والے سب لوگ نرم خو اور گوشت کھاتے والے تمام تند خو ہوتے ہیں بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ صرف سبزی کھانے والے، گوشت اور سبزی کھانے والوں کی نسبت قدرے تیز مزاج کے واقع ہوئے ہیں۔ مزاج کا تعلق عموماً ماحول سے ہوتا ہے جس میں کسی کی پرورش ہوتی ہے بعض اوقات والدین اور بعض اوقات اساتذہ کا مزاج درشت ہوتا ہے جس کے اثرات بچے کے ذہن پر پڑتے ہیں۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے اس کا پیغام امن، محبت اور رحم کا ہے۔

اسلام میں مرد زیادہ شادیاں کر سکتے ہیں عورتیں کیوں نہیں؟

سوال: اسلام میں مردوں کو ایک سے زیادہ شادی کی اجازت ہے لیکن عورتوں کو نہیں کیوں؟ اسلام ضبط ولادت کے خلاف کیوں ہے؟

ڈاکٹر ذاکر: جہاں تک آپ کے اس سوال کا تعلق ہے کہ اسلام میں مردوں کو ایک سے زیادہ بیوی رکھنے کی اجازت ہے مگر عورت کو ایک سے زیادہ شوہر کرنے کی اجازت نہیں تو آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ قرآن دنیا میں واحد مذہبی کتاب ہے جو یہ کہتی ہے ''ایک ہی شادی کرو'' اسلام کے خلاف تعدد ازدواج یعنی ایک سے زیادہ شادیوں کے حوالے سے جس قدر پراپیگنڈہ کیا گیا اور غیر مسلموں کے ذہن پراگندہ کرنے کی کوشش کی گئی اس تناظر میں اگر کوئی یہ دعویٰ کر دے کہ قرآن

میں تو یہ حکم ہے کہ صرف ایک شادی کرو تو یہ بات بڑی تعجب خیز ہوگی جبکہ رامائن، ویدوں، بائبل میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ ''ایک ہی شادی کرو'' ہاں مسیحی صحائف میں یہ ذکر ملتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی سینکڑوں بیویاں تھیں اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کی بھی دو (معروف) بیویاں تھیں جبکہ بائبل ان کی تعداد تین بتاتی ہے۔ ہندو مذہبی کتابوں کے مطابق رام کے باپ دسرتھ کے راجہ کی بھی کئی بیویاں تھیں۔

قرآن مجید کی سورۃ النسا میں ارشاد ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً

''جو عورتیں تم کو پسند آئیں ان میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کر لو لیکن اگر تم کو اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ عدل نہیں کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو''۔(3:4)

اسلام نے ۴ بیویوں تک کی حد مقرر کر دی ہے لیکن اس کے لئے انصاف کی شرط عائد کر دی ہے۔ اسی سورۃ کی آیت ۱۲۹ میں ارشاد ہے:

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ

''بیویوں کے درمیان پورا پورا عدل کرنا تمہارے بس میں نہیں تم چاہو بھی تو اس پر قادر نہیں ہو سکتے، لہٰذا (قانون الٰہی کا منشا پورا کرنے کے لئے یہ کافی ہے) کہ ایک بیوی کی طرف اس طرح نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو ادھر لٹکتا چھوڑ دو''۔

(129:4)

آپ کے اطمینان کے لئے بتاتا ہوں کہ قرآن میں کہیں یہ نہیں لکھا کہ آپ اگر ایک سے زیادہ شادی کریں گے آپ کے درجات بلند ہو جائیں گے۔ اس کی صرف اجازت دی گئی ہے کہ اگر کوئی کسی مجبوری یا ضرورت کے تحت دوسری شادی کرنا چاہے تو وہ کر سکتا ہے مگر اسے بیویوں کے ساتھ انصاف سے مشروط کر دیا گیا ہے۔

مردوں کو ایک سے زیادہ شادی کی اجازت میں مصلحت:

دنیا میں پیدا ہونے والے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد کم وبیش برابر ہوتی ہے لیکن ماہرین کا کہنا ہے کہ بچیوں میں بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت نسبتاً زیادہ ہوتی ہے۔اس لئے ایام طفولیت میں بچوں کی نسبت بچیوں کے زندہ رہنے کا تناسب زیادہ ہے۔اس کے علاوہ چونکہ جوان ہونے کے بعد حالات کے تھپیڑے مرد زیادہ برداشت کرتا ہے۔ ماحول کی سردی گرمی کے علاوہ سڑکوں پر ہونے والے حادثات میں بھی مرنے والوں میں اکثریت مردوں کی ہوتی ہے جبکہ مختلف مقامات پر ہونے والی جنگوں میں بھی ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں مرد ہلاک ہوجاتے ہیں جس کے سبب مردوں اور عورتوں میں تعداد کا قدرتی تناسب زیروزبر ہوجاتا ہے۔اس وقت دنیا بھر میں بھارت کے سوا ہر ملک میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے اور بھارت میں عورتوں کی تعداد اس لئے کم ہے کہ یہاں ہزاروں لڑکیوں کو شکم مادر میں ہی موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔ کچھ عرصہ قبل بی بی سی نے ایک فلم دکھائی تھی ''Let Her Die'' (اسے مرنے دو) اس فلم میں دکھایا گیا تھا کہ روزانہ 3 ہزار ایسے اسقاط کئے جاتے ہیں جن میں جدید آلات کی مدد سے پتہ چلا لیا جاتا ہے کہ شکم مادر میں پرورش پانے والا بچہ ہے یا بچی۔ اور اگر بدقسمتی سے وہ بچی ہے تو پیدائش سے قبل ہی اسے قتل کردیا جاتا ہے۔ یہ ظلم یہیں پر ختم نہیں ہوتا بلکہ پیدائش کے بعد بھی ہر دس بچیوں میں سے چار کو ختم کردیا جاتا ہے۔ یہ بات تامل ناڈو کے ایک سرکاری ہسپتال کی رپورٹ میں بتائی گئی ہے۔ اسلام بچوں کے اس قتل عام کی سختی سے ممانعت کرتا ہے۔قرآن مجید کی سورۃ التکویر میں ارشاد ہے:

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ۝ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝

''اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماردی گئی''۔(9,8:81)

اسی طرح سورۃ بنی اسرائیل (الاسرا) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۚ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا ۝

"اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ درحقیقت ان کا قتل ایک بڑی خطا ہے۔" (31:17)

یہی بات سورۃ الانعام (15:6) میں بھی فرمائی گئی۔

جبکہ بھارت میں نوزائیدہ بچیوں کا قتل یا اسقاط حمل کے ذریعے بچیوں کی نسل کشی کی رسم عام ہے اور اگر اس کا خاتمہ کر دیا جائے تو چند سال میں بھارت میں بھی لڑکیوں کی تعداد لڑکوں سے بڑھ جائے گی۔

امریکہ میں مردوں اور عورتوں کے تناسب کی صورت حال بہت خراب ہے۔ پورے ملک میں مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی تعداد 70 سے 80 لاکھ زیادہ ہے۔ صرف نیویارک میں 10 لاکھ عورتیں مردوں سے زیادہ ہیں۔

اس کے علاوہ ایک اور مصیبت یہ ہے کہ نیویارک میں ایک تہائی آبادی ہم جنس پرست مردوں پر مشتمل ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی عورتوں کی طرف کوئی رغبت نہیں اور اس طرح عورتوں کی اتنی بڑی تعداد مردوں کی رفاقت حاصل کرنے سے محروم ہے۔ پورے امریکہ میں ہم جنس پرست مردوں کی تعداد اڑھائی کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ اس طرح اعداد و شمار کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ پورے امریکہ میں ایسی عورتوں کی تعداد تین کروڑ کے قریب ہے جن کی شادی ہو جانے کا کوئی امکان نہیں۔ برطانیہ میں مردوں کی نسبت 40 لاکھ عورتیں زیادہ ہیں جبکہ جرمنی میں مردوں سے عورتوں کی آبادی 50 لاکھ اور روس میں 70 لاکھ زیادہ ہے۔ اسی تناسب سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دنیا بھر میں عورتوں کی تعداد مردوں سے کس قدر زیادہ ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر عام رواج کے مطابق ہر مرد کی شادی ہو جائے تو بھی کروڑوں عورتیں ایسی رہ جائیں کہ جن کی شادی نہیں ہو سکے گی۔ صرف امریکہ میں ایسی عورتوں کی تعداد تین کروڑ سے زائد ہے۔ میں فرض کرتا ہوں کہ میری ایک بہن امریکہ میں مقیم ہے جہاں ہر مرد نے شادی کر لی ہے اور بدقسمتی سے میری بہن ان تین کروڑ عورتوں میں سے ہے جن کو کوئی شوہر نہیں ملا اور نہ ہی ملنے کی توقع ہے کیونکہ اور کوئی مرد ہی نہیں کہ سب کی تو شادیاں ہو چکی ہیں اس کے بعد میری بہن کے لئے کون کون سے راستے باقی ہیں؟

وہاں اس کے پاس دو ہی راستے ہیں کہ یا تو وہ کسی شادی شدہ مرد کی دوسری بیوی بن جائے یا پھر غلط راستوں کی مسافر بن جائے۔ میں نے یہ سوال بہت سے مثبت سوچ رکھنے والے

لوگوں سے پوچھا ہے کہ اگر ان کو ایسی صورت حال سے واسطہ پڑ جائے تو وہ کس راستے کو ترجیح دیں گے کہ ان کی بہن (یا بیٹی) کسی ایسے شخص سے شادی کر لے جو پہلے سے شادی شدہ ہے یا پھر بازاروں میں نکل کر اجنبی مردوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن جائے۔ کم و بیش ہر شخص کا جواب تھا کہ وہ پہلے راستے کو پسند کرے گا۔

مسلمان عورت ایک سے زیادہ شوہروں کی بیوی کیوں نہیں بن سکتی؟

جہاں تک آپ کے اس سوال کا تعلق ہے کہ مسلمان عورت کو ایک سے زیادہ مردوں سے شادی کی اجازت کیوں نہیں تو اس کی بہت سی وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر عورت کا ایک ہی شوہر ہو تو اولاد کی ولدیت کی شناخت کا کوئی مسئلہ نہیں یعنی اس کے ماں اور باپ دونوں معروف ہیں۔ لیکن اگر عورت ایک سے زیادہ مردوں کو شوہر بنائے ہوئے ہو تو اولاد کی ماں کا تو علم ہو جائے گا لیکن باپ کا معاملہ تشکیک کا شکار ہو جائے گا۔ تاہم معترضین کہہ سکتے ہیں کہ آج سائنس نے یہ مسئلہ حل کر دیا ہے اور اب یہ معلوم کرنا کہ بچے کا باپ کون ہے کوئی مسئلہ نہیں رہا۔ چلو ہم مان لیتے ہیں کہ یہ بات اب ماضی کا حصہ ہے۔ مگر اس کے علاوہ بھی وجوہات ہیں۔ مثلاً یہ کہ مرد فطری طور پر عورتوں کی نسبت ازدواجی تعلقات کے حوالے سے زیادہ میلان رکھتے ہیں اور اس طرح مرد کے لئے ایک سے زیادہ بیوی کا شوہر ہونا اس کے فطری میلانات کے عین مطابق ہے۔ اس کے علاوہ بھی یہ ثابت ہوا ہے کہ ایک مرد کی زیادہ بیویوں کے ساتھ موروثی بیماریاں منتقل ہونے کے امکانات کم جبکہ ایک عورت کے زیادہ شوہر ہونے کی صورت میں موروثی بیماریوں میں مبتلا ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ اس طرح کے سوالات کا زیادہ تفصیلی جواب ڈاکٹر ذاکر کی کتاب ''اسلام پر غیر مسلموں کے اعتراضات اور ان کے جوابات'' میں موجود ہے۔ مترجم)

یہ باتیں مختصراً عرض کی ہیں کیونکہ ان مجالس میں یہ سوال متعدد بار پوچھا گیا ہے اور میں نے تفصیلاً اس کے جواب دیئے ہیں جو کیسٹس میں موجود ہیں۔

برتھ کنٹرول اور اسلام:

برتھ کنٹرول یا ضبط ولادت یعنی کم بچے آج کل دنیا بھر میں معروف موضوع ہے اور یہاں بھارت میں یہ نعرہ ہے "ہم دو، ہمارے دو، ایک کے بعد ابھی نہیں، دو کے بعد کبھی نہیں" کیا غریب کیا امیر سب ہی، اس نعرے سے مسحور نظر آتے ہیں۔ آپ کو ایک دلچسپ بات بتاؤں کہ اگر میرے والدین نے آج کے اصول کے مطابق فیملی پلاننگ پر عمل کیا ہوتا تو میں اس وقت آپ کے سامنے موجود نہ ہوتا۔ اسلام غیر فطری طریقوں سے بچوں کی پیدائش روکنے کی اجازت نہیں دیتا۔ (ہاں اگر عورت کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہو تو پھر اجازت ہے۔ مترجم)

فیملی پلاننگ کے حوالے سے اسلام میں احکام موجود ہیں۔ جن کا تفصیلی تذکرہ میری کیسٹ "قرآن اور جدید سائنس" میں موجود ہے (بحوالہ بیکن بکس ملتان کی شائع کردہ کتاب "قرآن اور جدید سائنس" مترجم)

اگر غیر مسلم مرد مسلمان عورت سے شادی کرلے؟

سوال: آپ عالمگیر اخوت کی بات کرتے ہیں لیکن اگر کوئی غیر مسلم مرد مسلم عورت سے شادی کرلے تو اسے برداشت نہیں کیا جاتا اس وقت آپ کی عالمگیر اخوت کہاں چلی جاتی ہے؟

ڈاکٹر ذاکر: بہت اچھا سوال ہے، آپ کے سوال کی مثال اس طرح ہے کہ اگر آپ ایک ایسی کار بنائیں جس میں ایک ٹرک اور دوسرا سائیکل کا پہیہ لگائیں تو وہ کیسے چل پائے گی؟ زندگی کی گاڑی کی مثال بھی اسی طرح ہے۔ قرآن مجید کا فرمان ہے کہ شادی ایک "میثاق" ہے یعنی مقدس معاہدہ ہے۔ دونوں میاں بیوی کے حقوق ایک دوسرے کے ساتھ برابر ہیں۔ مگر اگر دونوں کے عقائد یا طرز زندگی مختلف ہو تو ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک کہے کہ میں چرچ جا رہا ہوں اور دوسرا کہے کہ میں نے مسجد جانا ہے اور اس طرح وہ مختلف عقائد اور مذاہب پر عمل پیرا ہو جائیں تو پھر یہ زندگی کی گاڑی اچھی طرح نہیں چل سکے گی۔ اس لئے خاندانی زندگی کو پرامن اور پرسکون انداز میں گزارنے کے لئے ضروری ہے کہ دونوں شریک زندگی ایک ہی عقیدے پر ہوں۔ اس کی بڑی اہمیت ہے۔ اسلام کے عالمگیر اخوت کے اصول کے تحت تمام انسان میرے بھائی ہیں۔ تمام مسلمان عقیدے میں میرے بھائی ہیں۔ مسیحی بھائیوں میں بھی مختلف فرقے ہیں اور آپس میں عقائد کے اختلاف کے

باعث بعض اوقات یہ بھی آپس میں شادیاں نہیں کرتے۔ یعنی زندگی کو بطریق احسن گزارنے کے لئے میاں بیوی کا مذہب ایک ہونے کی بڑی اہمیت ہے اور یہ بنیادی چیز ہے۔ مختلف عقائد پر عمل پیرا لوگوں کا ایک گھر میں میاں بیوی کی حیثیت سے رہنا تقریباً ناممکن ہے۔ (اولاد کے مسائل ہوں گے وہ کل کو بڑے ہوکر کونسا مذہب اختیار کریں گے۔ ماں کا یا باپ کا، یہ سوال عموماً اٹھایا جاتا ہے۔ اس کا تفصیلی جواب ڈاکٹر ذاکر نائیک کی کتاب ''مسلمان عورت مظلوم نہیں خوش قسمت'' مطبوعہ بیکن بکس ملتان صفحہ 66، 67 پر دیا گیا۔ مترجم)

مسلمان غیر مسلموں کو حقارت کی نظر سے کیوں دیکھتے ہیں؟

سوال: غیر مسلموں کو حقارت کی نظر سے کیوں دیکھا جاتا ہے اور انہیں کافر کیوں کہا جاتا ہے اس سے دوسرے مذاہب کے بارے میں تعصب کی بو آتی ہے۔

ڈاکٹر ذاکر نائیک: بھائی کا سوال یہ ہے کہ غیر مسلموں کو مسلمان کافر کہہ کر کیوں پکارتے ہیں اور انہیں حقیر کیوں سمجھا جاتا ہے۔ میرے بھائی کافر عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ کفر ہے جس سے مراد انکار کرنا اور تنسیخ کرنا ہے۔ قرآن کے حوالے سے اس کا مطلب ہے کہ وہ شخص جو اسلام کی سچائی کا انکار کرے۔ اس کا مطلب ہے کہ غیر مسلم کا مترادف عربی زبان میں کافر ہے۔ اس میں کسی طرح کی تحقیر نہیں پائی جاتی اور نہ ہی غیر مسلموں کو اس لفظ کے حوالے سے کوئی بدگمانی ہونی چاہئے۔ اگر کوئی مجھے ''غیر ہندو'' کہہ دے تو مجھے اس میں برا نہیں منانا چاہئے۔ واقعی میں ''غیر ہندو'' یعنی مسلمان ہوں اور اس سے ہرگز میری تحقیر نہیں ہوتی۔ اگر آپ مسلمان نہیں تو کوئی آپ کو غیر مسلم کہہ دے تو یہ سچائی ہی تو ہے کیونکہ آپ اسلام کو سچا مذہب تسلیم نہیں کرتے اور اس سے انکار کر رہے ہیں۔ اگر کوئی شخص ڈاکو ہے تو اسے ڈاکو ہی کہیں گے اور اگر اسے اپنے آپ کو ڈاکو کہلوانا پسند نہیں تو اس کا بہترین راستہ تو یہی ہے کہ وہ ڈاکہ زنی چھوڑ دے۔ میرے بھائی اگر آپ کو کافر کہلوانا پسند نہیں تو آپ اسلام قبول کر لیں کوئی آپ کو کافر نہیں کہے گا۔ آپ مکمل اطمینان رکھیں۔ یہ ایک زبان کا لفظ ہے اور کسی طرح بھی غیر مسلموں کے لئے تحقیر کا باعث نہیں بنتا۔

مسلمان ہی دہشت گردی میں ملوث کیوں ہوتے ہیں:

سوال: (1) اسلام امن کا داعی ہے لیکن مسلمان دہشت گردی کے واقعات میں کیوں ملوث ہوتے ہیں؟

(2) اسلام مرد اور عورت میں مساوات کا قائل ہے لیکن مسلمان عورت کو مردوں کے مساوی ملازمتوں کی اجازت کیوں نہیں مثلاً افغانستان میں؟

ڈاکٹر ذاکر: بھائی کا سوال یہ ہے کہ اسلام امن کا داعی ہے یعنی اسے عالمگیر مذہب کا درجہ حاصل ہے لیکن ایسا کیوں ہوتا ہے کہ جہاں دہشت گردی اور انتہا پسندی کا ذکر ہوتا ہے مسلمان حوالہ بن جاتے ہیں اور یہ کہ مسلمان عورت کو برابر کے حقوق حاصل نہیں ہیں۔ میرے بھائی اس سلسلے میں عرض ہے کہ میں نے (Women Rights in Islam Modernizing or Outdated) کے موضوع پر دو گھنٹے کا ایک لیکچر دیا ہے جس کی ویڈیو کیسٹ دستیاب ہے۔ اس میں تقریباً دو گھنٹے کا سوال و جواب کا سیشن بھی ہے۔ (بیکن بکس ملتان نے اسے کتابی شکل میں اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں شائع کیا ہے۔ اردو میں اس کا عنوان ہے "مسلمان عورت مظلوم نہیں، خوش قسمت" مترجم)

اس لیکچر میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام نے یقینی طور پر عورت کو برابری کے حقوق عطا کئے ہیں اور اگر کہیں کوئی قبیلہ یا خاندان اپنی عورتوں کو حقوق نہیں دیتا تو یہ ان کی کوتاہی ہے۔ اس کا الزام اسلام پر عائد نہیں ہونا چاہئے۔ مسلمانوں کے انفرادی فعل یا کسی مخصوص معاشرے یا گروہ کی طرف سے اسلام کے واضح احکام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے عورتوں کو ان کے حقوق سے محروم کرنے کا الزام اسلام پر دھر دینا غلط ہے۔ اسلام عورتوں کو کیا حقوق دیتا ہے اس کا تعین قرآن اور احادیث کی روشنی میں کیا جانا چاہئے۔ کیونکہ ہمارا تو دعویٰ ہے کہ اسلام عورتوں کو مغربی معاشروں سے بھی بڑھ کر حقوق دیتا ہے اور آج نہیں بلکہ 14 سو سال سے عورتوں کو جائیداد کی ملکیت کے علاوہ قانونی، تعلیمی، سماجی حقوق حاصل ہیں جو کہ مغرب میں عورتوں کو طویل جدوجہد کے بعد حاصل ہوئے۔

مسلمان اور بنیاد پرستی:

آپ نے پوچھا ہے کہ اسلام امن کا علمبردار مذہب ہے لیکن مسلمانوں کو بنیاد پرست یا تشدد پسند کیوں کہا جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ بنیاد پرستی سے مراد ہے کہ کسی بھی علم یا عقیدے کے بنیادی اصولوں پر سختی سے کاربند رہنا اور اس حوالے سے میں ''بنیاد پرست'' مسلمان ہونے پر فخر محسوس کرتا ہوں کیونکہ میں اسلام کے بنیادی اصولوں سے آگاہ اور ان پر صمیم قلب سے عمل پیرا ہوں۔ تاہم مجھے اس حقیقت کا ادراک ہے کہ آج کے دور میں بنیاد پرستی کو دہشت گردی اور انتہا پسندی کے معنی میں لیا جاتا ہے۔ اصل میں تو بنیاد پرستی کی مثال اس طرح ہے کہ اگر کوئی شخص ریاضی کے بنیادی اصولوں کو سختی سے بروئے عمل لائے تو اسے ماہر ریاضی دان یا بنیاد پرست ریاضی دان کہا جانا چاہئے۔ اس طرح وہ شخص بنیاد پرست سائنسدان کہلانے کا مستحق ہے جو سائنس کے مبادیات کو سمجھے اور اس پر عمل پیرا بھی ہو۔ وہ ایک اچھا ہندو کہلایا جائے گا جو ہندومت کے بنیادی اصولوں کو سمجھے اور اس پر سختی سے عمل بھی کرے اس طرح وہ سچا عیسائی کہلائے گا جو عیسائی مذہب کی اصل اساس سے آگاہ ہو اور اس پر خلوص سے عمل کرے۔ میرا اور ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ اسلام کے تمام اصول اچھے اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے ہیں۔ اگر ایک مذہب کے بنیادی اصول انسانیت کے منافی ہوں تو اس کے پیروکار بھی بنیاد پرست ہی کہلائیں گے لیکن وہ بنیاد پرستی برے معنی میں ہوگی لیکن اسلام کی تعلیمات کا ایک نکتہ بھی انسانیت کے منافی نہیں۔ اگر کسی کے ذہن میں اس حوالے سے ابہام ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ یا تو اسلام کے قوانین کے بارے میں اس کا علم نامکمل ہے یا دنیا کے بارے میں اس کے پاس غلط اعداد و شمار ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ ہر قوم کی اقدار مختلف ہیں۔ ایک قوم کا ہیرو دوسری قوم کی نظر میں دہشت گرد ہو سکتا ہے۔ ایک مثال سامنے ہے کہ برطانوی راج کے ہندوستان سے خاتمے کے لئے لڑنے والوں کو بھارت میں دیش بھگت یا مجاہد آزادی کہا جاتا تھا لیکن برطانیہ کی نظر میں وہ دہشت گرد تھے۔ یہ نقطہ نظر کا فرق تھا کیونکہ ہندوستانی سمجھتے تھے کہ انگریزوں کو بھارت پر حکمرانی کا کوئی حق نہیں اس لئے ان کی حکمرانی کو ختم کرنے کے لئے جو لوگ لڑے وہ ہندوستانی لوگوں کے ہیرو کہلائے مگر برطانیہ کی حکومت کے وہ معتوب اور باغی تھے حالانکہ ایک ہی شخص اور ایک ہی کام تھا لیکن دو ملک ان کے بارے میں ایک دوسرے سے متضاد موقف رکھتے تھے۔ اسی طرح اگر مسلمانوں کے معاملے کو درست تناظر

میں دیکھا جائے تو کوئی بھی مسلمان کبھی دہشت گرد نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ بات تسلیم ہے کہ کالی بھیڑیں ہر معاشرے میں ہوتی ہیں مثلاً اگر ہٹلر پر الزام ہے کہ اس نے 60 لاکھ یہودیوں کو جلا کر مار ڈالا تو اس کا مطلب یہ تو نہیں ہوگا کہ عیسائیت برا مذہب ہے اور اسی طرح مسولینی کے جرائم پر اس کے مذہب عیسائیت کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا اسی طرح بعض مسلمانوں کے انفرادی یا بعض تنظیموں کی غلط کارروائیوں پر یہ کہنا کہ اسلام دہشت پسند مذہب ہے غلط ہوگا۔ اسلام کی تعلیمات کا مستند ذرائع سے حاصل ہونے والی معلومات کی بنیاد پر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ اسلام امن کا حقیقی علمبردار ہے۔

افغانستان میں عورتوں کو برابر کے حقوق کیوں حاصل نہیں؟

سوال: افغانستان میں عورتوں کو برابر کے حقوق کیوں حاصل نہیں؟

ڈاکٹر ذاکر: جہاں تک افغانستان میں عورتوں کو ملازمتوں میں برابر کے حقوق حاصل نہ ہونے کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے اسلام عورتوں کو کسی بھی کام کی اجازت دیتا ہے بشرطیکہ وہ شریعت کی حدود سے باہر نہ ہو مثلاً اسلام کسی عورت کو شراب خانے میں ملازمت کی اجازت نہیں دیتا۔ شراب خانے میں ملازمت کی اجازت تو مرد کو بھی نہیں۔ اسی طرح عورت کو کسی ایسے کام کی بھی اجازت نہیں جس میں اس کے جسم کا استعمال کیا جاتا ہے مثلاً ماڈلنگ یا فلموں میں اداکاری وغیرہ۔ اسلام عورت کا احترام چاہتا ہے اسے یہ پسند نہیں کہ ہزاروں مرد کسی عورت کو دیکھ رہے ہوں اور اس پر سیٹیاں بجا رہے ہوں۔ اسلام اعتدال پسند زندگی کی تلقین کرتا ہے جس میں عورت کے جسم کی نمائش کی ضرورت ہے نہ اجازت۔

مغرب عورت کی جس آزادی کا پرچار کرتا ہے وہ دراصل ایک فریب ہے اور عورت کی آزادی کی آڑ میں اس کے جسم کے استحصال کا کاروبار ہے جس میں اسے نسوانی عزت و وقار سے محروم کر دیا جاتا ہے اور اس کی روح کچل دی جاتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مغربی معاشرہ نے اسے ترقی کے سبز باغ دکھا کر قعر مذلت میں گرا دیا ہے اور اس کو باوقار عورت کی بجائے ایک داشتہ اور وقت گزاری کے لئے محض ایک کھلونے کی حیثیت دے دی ہے جسے سوسائٹی گرل جیسا "مہذب" نام بھی دیا جاتا ہے۔ آرٹ اور کلچر کے خوبصورت ناموں کے پیچھے سارا کھیل یہی ہے۔ اسلام اس قسم کی ملازمتوں کے حق میں نہیں ہاں ایسی ملازمتیں جن میں عورت حجاب پہن کر کام کر سکے اور جہاں مرد اور عورتیں الگ الگ کام کریں وہاں کوئی ممانعت نہیں۔

جہاں تک افغانستان کا تعلق ہے خدا جانے جو کچھ اخبارات میں شائع ہو رہا ہے نہ جانے درست ہے یا غلط۔ قرآن مجید کی سورۃ الحجرات میں فرمان ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ
فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ۝

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو" (6:49)

یہاں بھارتی اخبارات میں خبریں چھپ رہی ہیں کہ افغانستان میں مجاہدین عورتوں کو قتل کر رہے ہیں اور انہیں ملازمتوں پر جانے سے روک رہے ہیں یہاں تک کہ انہوں نے خواتین ڈاکٹروں کو بھی کام کرنے سے روک دیا ہے اور ان کی تنخواہیں بند کر دی ہیں تاہم رسالہ "ٹائم" نے لکھا ہے کہ مجاہدین نے صرف ان ملازمتوں پر جانے سے روکا ہے جو عورتوں کے لئے موزوں نہیں۔ لیڈی ڈاکٹرز اور معلمات پر پابندیاں نہیں لگائیں اور نہ ہی ان کی تنخواہیں بند کیں اور جن خواتین کو کام سے روکا بھی ہے تو ان کی تنخواہیں ان کے گھروں پر بھیجی جا رہی ہیں۔ اب اس میں کیا برائی ہے کہ وہ لوگ صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ ماڈلنگ نہ کریں، ڈانس اور فلموں میں اداکاری جیسے کام نہ کریں لیکن آپ کو تنخواہ بہرحال ہم دیتے رہیں گے۔ افغانستان کے حوالے سے جو کچھ اخبارات میں چھپ رہا ہے اس میں کافی تضاد بھی ہے اور ہم یہاں بیٹھ کر یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ صحیح کیا اور غلط کیا ہے۔ جو کچھ "ٹائمز آف انڈیا" میں شائع ہوا ہے وہ درست ہے یا جو "ٹائم" میں چھپا وہ درست ہے۔ ویسے عالمی میڈیا پر متعصب لوگوں کا کنٹرول ہے جو اپنی مرضی کے مطابق حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں۔ (یہ سوال افغانستان میں طالبان دور حکومت سے متعلق تھا اور اب طالبان حکومت کب کی ختم ہو چکی اب تو وہاں امریکہ کے زیر سایہ "روشن خیالوں" کی حکومت ہے اس لئے یہ مسائل ختم ہو چکے ہوں گے۔ مترجم)۔

اللہ تعالیٰ ''سب سے مہربان'' بھی ہے اور ''منتقم'' بھی، بیک وقت یہ کیسے ممکن ہے؟

سوال: قرآن میں اللہ تعالیٰ کی یہ صفت بیان کی گئی کہ وہ سب سے بڑھ کر مہربان ہے لیکن یہ بھی بتایا گیا کہ وہ ''منتقم'' بھی ہے۔ یہ دو متضاد صفات ہیں کون سی بات درست ہے؟

ڈاکٹر ذاکر: بھائی میں آپ کا سوال سمجھ گیا کہ آپ کہتے ہیں کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کو الرحمٰن اور الرحیم بتایا جا رہا ہے اور دوسری جانب ''منتقم'' اور ''قہار'' بھی۔ اگر اللہ تعالیٰ مہربان ہے تو پھر سزائیں کیوں دیتا ہے۔ ان میں سے بعض سزائیں دنیا میں مل جاتی ہیں تاہم اللہ تعالیٰ کے نظام جزا اور سزا کا تعلق آخرت سے ہے۔ میرے بھائی آپ ذرا اس پر غور کریں یقیناً اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر مہربان ہے لیکن وہ اس کے ساتھ ساتھ سب سے بڑھ کر منصف بھی ہے۔ اگر کوئی مرد کسی عورت پر دست درازی کرتے ہوئے اسے بے آبرو کر دے تو کیا اللہ تعالیٰ مظلوم عورت سے انصاف نہ کرے اور یہ کہ چونکہ وہ ''سب سے بڑھ کر مہربان'' ہے اس لئے زیادتی کے مرتکب شخص کو کوئی سزا نہ دے؟ پھر یہ ''مہربانی'' تو ظالم کے حق میں ہوئی اور مظلوم کے ساتھ ناانصافی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی صفت منصف کی بھی ہے۔ سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ اگر عورت سے زیادتی کے مرتکب شخص کو چھوڑ دیا جائے تو 91 فیصد امکان یہ ہوتا ہے کہ وہ دوبارہ بھی اس فعل کا مرتکب ہوگا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ چونکہ اپنے سب بندوں پر مہربان ہے اور اس مظلوم عورت کے حق میں بھی مہربان ہے چنانچہ وہ اپنے منصف ہونے کی صفت کی بناء پر اس سے انصاف کرے گا۔ اسی طرح ڈکیتی کے جرم پر اسلام ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا ہے جس پر شور مچایا جاتا ہے کہ اسلام بے رحم مذہب ہے اور اس کی سزائیں وحشیانہ ہیں۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام نے زکوٰۃ کا حکم دے کہ ہر امیر آدمی اپنی بچت پر سالانہ اڑھائی فیصد زکوٰۃ غریبوں کو دے ایک عادلانہ معاشرہ قائم کرنے کی کوشش پہلے کی اور سزاؤں کا حکم بعد میں دیا۔ قرآن مجید کی سورۃ المائدہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ
فَاقْطَعُوٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ

"اور چور، خواہ عورت ہو یا مرد دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرتناک سزا" (۵:۳۸)

عام آدمی کے ذہن میں فوراً یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ سعودی عرب میں چونکہ شرعی قوانین نافذ ہیں اس لئے وہاں تو ہر دوسرے آدمی کے ہاتھ کٹے ہوئے ہوں گے لیکن الحمدللہ مجھے متعدد بار وہاں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ملا جس کے ہاتھ چوری کے جرم میں کاٹے گئے ہوں۔ ممکن ہے ایسے افراد ہوں لیکن ان کی تعداد اتنی کم ہوگی کہ کسی کو معلوم نہیں۔ آپ ایک تجربہ کر کے دیکھ لیں کہ آج امریکہ میں نظام زکوٰۃ نافذ کر دیں اور عادلانہ معاشرہ قائم ہونے کے بعد جو بھی ڈکیتی کا مرتکب ہو اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں تو کیا امریکہ میں جرائم کی شرح بڑھ جائے گی، کم ہوگی یا موجود صورتحال برقرار رہے گی۔ آپ یقین کریں یقیناً کم ہوگی۔ اس لئے یاد رکھیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ مہربان ہے لیکن وہ منصف بھی ہے اور جزا اور سزا کا سب سے زیادہ خیال رکھتا ہے۔

آپ یہ بتائیں جس کو پوری انسانیت کے ساتھ انصاف کا خیال ہو وہ سب سے زیادہ مہربان ہوگا یا نہیں۔ اور اس مہربانی میں یہ بھی تو شامل ہے کہ اس دنیا میں کسی عورت کی بے حرمتی نہ ہو لیکن اگر آپ کہیں کہ نہیں لوگوں کو زندگی کا لطف اٹھانے دیں تو آج ایک ہزار عورتوں سے زیادتی ہوئی تو کل 10 ہزار سے ہوگی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ پوری بنی نوع انسان کے لئے مہربان ہے۔ چند لوگوں پر نہیں۔ اسی لئے اسلام نے یہ سزائیں لاگو کیں تاکہ دنیا میں امن قائم ہو اور سب لوگوں کو فائدہ پہنچے۔

قرآن پر مکمل عمل سے کشمیر میں امن ممکن ہے:

سوال: کیا آپ کشمیر کے لوگوں کو مسلمانوں اور ہندوؤں میں بھائی چارے کی بات سمجھائیں گے اور کیا آپ کو امید ہے کہ کامیاب بھی ہوں گے؟

ڈاکٹر ذاکر: میرے بھائی میں ضرور چاہوں گا کہ کوئی کمر ہمت باندھے اور کشمیر جا کر بھائی چارے اور عالمگیر اخوت کا پرچار کرے۔ میں تو اپنے بچپن میں کشمیر گیا تھا اور اس کے بعد موقع نہیں ملا۔ قرآن کے تمام احکام پر عمل ہونا چاہئے یہ نہیں کہ قرآن کے ایک حصے پر عمل کر لیا اور باقی کو چھوڑ دیا اور کہہ دیا کہ کامیابی نہیں ہوئی۔ کشمیر کے رہنے والے چاہے مسلمان ہوں یا ہندو اور مسیحی اگر وہ

قرآن پر مکمل طور پر عمل کریں تو یہ ہو نہیں سکتا کہ امن قائم نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ انسانی اعمال پر کہاں تک اثر انداز ہوتی ہے:

سوال: مجھے ایک اہم مسئلے پر وضاحت درکار ہے کہ انسانی اعمال میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا کردار کیا ہے؟

ڈاکٹر ذاکر: بھائی نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور انسانی ارادہ میں فرق کے بارے میں پوچھا ہے۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ قرآن مجید میں فیصلہ دے دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر پتہ بھی نہیں ہلتا۔ ہر چیز اللہ کے حکم سے وقوع پذیر ہوتی ہے مگر یہ نہیں ہے کہ انسان بالکل بے اختیار ہے اور وہ اللہ کی مرضی کے تابع کام کرنے پر مجبور محض ہے۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ جیسے ایک بجلی گھر سے بجلی کی فراہمی جاری ہے اب سب کو معلوم ہے کہ بجلی کے ننگے تار کو چھونا خطرناک ہے مگر اس کے باوجود اگر کوئی شخص تار کو چھوتا ہے تو اسے شدید جھٹکا پڑتا ہے اب یہ کام اس شخص نے تقدیر نہیں بالارادہ کیا ہے اب اسے جو بھی نقصان ہوگا اس کا الزام بجلی یا تقدیر پر نہیں ڈالا جا سکتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو واضح طور پر خبردار کر دیا ہے کہ فلاں راستہ غلط اور فلاں صحیح ہے اور انسان کو یہ اختیار دے دیا ہے کہ وہ چاہے تو صحیح راستے پر چلے اور چاہے تو غلط راستے کا انتخاب کرے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کسی بھی شخص کو قتل یا کسی دوسرے گناہ کے ارتکاب سے روکنے پر قادر ہے لیکن اس نے اچھے اور برے راستوں کے انتخاب کا اختیار انسان کو دے کر دنیا کی زندگی کو ایک آزمائش بنا دیا ہے تاکہ اس پر آخرت میں جزا اور سزا کا اہتمام کرے۔ سورۃ ملک میں ارشاد ہے:

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

”جس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے، تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔“ (2:67)

اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس کے کس قدر فرمانبردار ہیں۔

ہماری اوسط عمر 60 سال ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ بعض لوگ 20 سال کی عمر میں فوت ہو جاتے ہیں اور بعض 80 سال تک کی طویل عمر پاتے ہیں جب کہ خال خال 90 سال میں عمر رفتہ کو آواز دیتے نظر آتے ہیں۔ اس زندگی کو صحیح طریقے سے کیسے گزارا جا سکتا ہے۔ یہ سب

کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے اور جو باتیں اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں ان کا بھی بتا دیا ہے اور کس راستے پر چلنا ہے اس کا انتخاب کرنے کا حق انسان کو دے دیا ہے کہ وہ اچھائی اور برائی کا انتخاب خود کرے۔ جو شخص اچھے راستے کا انتخاب کرے گا وہ امتحان میں کامیاب ہوگا اور جو برے راستے پر چلے گا وہ ناکام ہو جائے گا۔ یہ ثابت ہو گیا کہ انسان برے راستے پر چلنے کا پابند نہیں۔

عید میلاد کی شرعی حیثیت:

سوال: عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں جو جلوس نکالے جاتے ہیں ان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ یہ سوال میں اس لئے کر رہا ہوں کہ میں اسے خلاف شرع سمجھ کر اس کی مخالفت کرتا ہوں تو لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں۔

ڈاکٹر ذاکر: نواب صاحب نے یہ سوال کیا ہے اور مجھے سعودی عرب میں قیام کے دوران علم ہوا تھا کہ مدراس میں ایک نواب صاحب ہیں جو میلاد کے جلوسوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ جہاں تک اس کی شرعی حیثیت کا تعلق ہے تو اس بارے میں عرض ہے کہ کوئی بھی ایسی چیز جس کا ذکر قرآن میں ہو نہ حدیث میں اسے اگر اسلام میں شامل کر دیا جائے تو یہ بدعت کہلاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ میری ولادت یا وصال کے دن جلسے جلوس نکالے جائیں۔ 12 ربیع الاول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری کا دن بتایا جاتا ہے۔ مگر یہ مصدقہ طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم وصال ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مصدقہ یوم ولادت 9۔ ربیع الاول ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ 12 ربیع الاول کے یوم وصال ہونے پر کوئی اختلاف نہیں البتہ اس کے یوم ولادت ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔ میں لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم وصال پر جشن منا رہے ہیں۔

ٹھیک ہے اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث مبارکہ ایسی نہیں جس سے ثابت ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جشن ولادت منانے کا حکم دیا تھا لیکن اگر ایسا کرنا مقصود بھی ہے تو اس روز اچھی اچھی باتیں لوگوں کو بتائی جائیں۔ تقاریر کی جائیں، لیکن جلسے جلوس، بینڈ، باجے اور اس معاملے میں فضول خرچی کا کوئی جواز نہیں۔ قرآن مجید کی سورۃ بنی اسرائیل

میں ارشاد ہے:

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۝ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوٓا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ

فضول خرچی نہ کرو، فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں۔" (26,25:17)

میرے جو بھائی اس روز لمبے لمبے جلوس نکالتے ہیں اور لاؤڈ سپیکروں پر گاتے پھرتے ہیں "نبی کا دامن نہیں چھوڑیں گے، نہیں چھوڑیں گے" میں ان سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے نبی کا دامن پکڑا ہی کب تھا جو چھوڑنے کی بات کر رہے ہیں۔ چھوڑنے کا سوال تو اس وقت پیدا ہوگا جب آپ دامن پکڑیں گے۔ اس لئے پہلے دامن پکڑیں تو سہی۔ قرآن کو باترجمہ پڑھیں اور احادیث مبارکہ کا مطالعہ کریں تو آپ پر سچائی آشکار ہو جائے گی۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

FOCUS ON ISLAM
Religion of The All Prophets

By Dr. Zakir Naik

BEACON
BOOKS

- GHAZNI STREET, URDU BAZAR, LAHORE.
Phone: 042-37320030
- Gulgasht, Multan. Phone: 061-6520790 - 6520791
E-mail: info@beaconbooks.com.pk
www.beaconbooks.com.pk